ماہنامہ

حکمت بالغہ

جولائی2012

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:- 0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے

جولائی2012ء	شعبان1433ھ	شمارہ 7	جلد 6

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئرمختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس: سعد حسن خان

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرتعاون پندرہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 350روپے، قیمت فی شمارہ 35روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7628561-7628361

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض حسین مطبع: سلطان باہو پریس فوار چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1 قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الجن	3
2 حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
3 ہم کتنے ظالم ہیں!	اوریا مقبول جان	18
4 اسبابُ المصائب	شیخ عمر فاروق	27
5 عام مسلمانوں کی 'جہاد' سے عدمِ دلچسپی کی وجہ کہیں مرزا قادیانی کے 'جہاد کو حرام' قرار دینے کا اثر تو نہیں؟		31
6 ہندو (اور دیگر غیر مسلم) مغل اعظم اکبر سے محبت اور اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟		40
صہیونیت کا انجام (حصہ دوم)		45
یاجوج ماجوج، ایک ملحد و مفسد گروہ انسانی	محمد نذیر یٰسین، لاہور	57

قارئین کرام! قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الجن (28-20)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَ لَاۤ اُشۡرِکُ بِہٖۤ اَحَدًا O

کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا

قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا O

یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا

قُلۡ اِنِّیۡ لَنۡ یُّجِیۡرَنِیۡ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ

یہ بھی کہہ دو کہ اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا

وَّ لَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا O

اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں دیکھتا

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِسٰلٰتِہٖ

ہاں اللہ کی طرف سے (احکام کا اور) اس کے پیغاموں کا

پہنچا دینا (ہی میرے ذمے ہے)

وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ

اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا

فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا O

تو ایسوں کے لیے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے

حَتّٰیٓ اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ

یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ (دن) دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا O

تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ مددگار کس کے کمزور اور تعداد کن کی تھوڑی ہے

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ

کہہ دو کہ میں نہیں جانتا کہ

اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْ اَمَدًا O

وہ (دن یا عذاب) (عن) قریب (آنے والا) ہے جس کا تم سے وعدہ

کیا جاتا ہے یا میرے پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا O

(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے)

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا O

(اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ

تا کہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں

وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا O

اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے

اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے

صدق اللہ العظیم ____________

حرفِ آرزو

ماہِ رمضان المبارک
میں کرنے کا ایک اہم کام

انجینئر مختار فاروقی

آ ج مسلمانوں کے عام گھروں میں ایک طرح سے خوشحالی ہے۔ دوسری طرف فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق رمضان المبارک کے دوران "یُزَادُ فِیْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ" یعنی بندۂ مومن کا رزق ویسے ہی بڑھا دیا جاتا ہے۔ تیسری طرف ہم مسلمان عموماً افطاری کے موقع پر جمع ہو کر بھی اپنا وقت خوش گفتاری اور دنیاوی حالات پر تبصروں پر لگا دیتے ہیں جبکہ ـــــــــــ یہ حقیقت ایک نوشتہ دیوار کی طرح سب کے سامنے ہے کہ ہمارے اچھے اچھے گھروں میں بھی دینی تعلیم کا فقدان ہے اور ہماری گھریلو خواتین، بچوں بچیوں سمیت سب کی دینی معلومات بس چند سنی سنائی باتوں اور واقعات پر مبنی ہیں اور خواتین کے معاملات میں تو کچھ روایتی بوڑھی خواتین کے مشورے 'سینہ گزٹ' کے طور پر چلتے ہیں چاہے ان کا قرآن وحدیث اور دین سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

اس پس منظر میں گزارش یہ ہے کہ ہر باشعور (جو مسلمان آئندہ ماہ رمضان المبارک کے دوران لازماً نماز، روزہ اور تراویح کا اہتمام کرے گا) ـــــــــ اسے چاہیے کہ کوشش کرکے افطاری سے پہلے تمام گھر کے افراد کو اکٹھا کرے۔ جہاں تک ممکن ہو اور پردے کے احکام اجازت دیں افرادِ خانہ کے ساتھ گھر میں اکٹھی افطاری کا اہتمام کرے، سب اہل خانہ اپنی کاروباری و معاشی مصروفیات سے فارغ ہو کر افطاری سے پندرہ بیس منٹ پہلے جمع ہو جائیں۔ اس موقع پر قرآن مجید کے ایک حصہ کی تلاوت اور اس کا ترجمہ، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی مجموعہ سے ایک حدیث، اخلاقی تعلیمات (مخزنِ اخلاق، مولانا رحمت اللہ سبحانوی وغیرہ) میں سے چند

سطروں کا مطالعہ، بچوں سے قرآن سننا، دعائیں سننا، نعت سننا وغیرہ وغیرہ کا اہتمام کریں کوشش فرما کر اس پروگرام میں پورے رمضان باقاعدگی اور لزوم کا اہتمام کریں۔ اگر گھر کے ذمہ دار افراد کو کہیں باہر بھی افطاری کرنا پڑے تو دیگر چھوٹوں کو ہدایت کریں کہ وہ ناغہ نہ کریں بلکہ جس حد تک ممکن ہو تسلسل سے اس کا اہتمام کریں۔

ذہن میں یہ رہے کہ اس طرح افراد خانہ کی ذہن سازی اور تربیت ہوگی۔ دین سے رغبت پیدا ہوگی۔ مطالعہ قرآن و حدیث کا شغف پیدا ہوگا۔ بچوں میں بولنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ دینی معلومات میں اضافہ ہوگا اور دوسروں سے بات کرتے ہوئے ان دینی معلومات کی موجودگی میں اعتماد سے بات کرنے کی ہمت پیدا ہوگی۔ مسلمان کی حیثیت سے خود اعتمادی میں اضافہ ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ پروگرام پورے رمضان اہتمام سے منعقد کرلیا جائے تو اہل خانہ کی دینی حمیت اتنی ضرور بیدار ہو جائے گی کہ ـــــــ بعد رمضان کم از کم ہفتہ وار بنیادوں پر ضرور اس نشست کے منعقد کرنے کا ارادہ اور خواہش کریں گے اگر یہ جذبہ بیدار ہو جائے تو غنیمت سمجھیں اور ماہ رمضان المبارک دوران میں اپنی اس کوشش کے بارآور ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اس سلسلے میں یہ بھی کرنے کا کام ہے کہ اگر آپ باحیثیت ہیں تو اس بات کا انتظام کریں کہ جن کے ہاں اس نشست کے اہتمام کے باوجود ترجمے والا قرآن پاک، کوئی مجموعہ احادیث وغیرہ میسر نہیں کچھ رقم خرچ کریں اور چند ایسے احباب میں یہ ضروری لٹریچر فراہم کردیں تاکہ وہ بھی اس تربیتی نشست کو جاری کر سکیں، رمضان المبارک میں عام نیکی کا ثواب بھی بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کام کی کئی عملی شکلیں ممکن ہیں۔ نیت اور ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ مشکلیں آسان کر دیتا ہے اور کام کی راہیں کھول دیتا ہے۔

اس نشست کو آپ گھریلو اُسرہ کہیں یا 'بزمِ قرآن' کہیں یا ـــــ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کے سننے کی 'محفل سماع'۔ یہ کام کرنے اور اس کو دوسرے تک وسعت

دینے میں کوئی رکاوٹ نہ آنے دیں بلکہ کوشش کر کے تمام رکاوٹیں دور کریں اور اس نیکی کے کام کے لیے رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی راستہ ہموار کر دیں تاکہ ان مبارک نشستوں کا اہتمام ممکن ہو سکے۔ یاد رہے کہ دیگر بیرون خانہ (OUT DOOR) پروگرام، نشستیں اور افطاریاں اپنی جگہ مگر یہ محفل اپنے گھر کی اصلاح کے لیے سب سے مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

اَلسَّعْیُ مِنَّا وَ الْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہ

اسلام، ملک، قوم اور اولاد کے حق میں

ہم کتنے ظالم ہیں!

اوریامقبول جان

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے خلافت، لاہور، مئی 2012ء)

کیا کبھی کوئی سوچ سکتا ہے کہ ماں باپ جو اولاد کے لئے اپنی جان تک نچھاور کرنے کو تیار ہوتے ہیں، خود بھوکے رہ کر انہیں کھلاتے ہیں، اپنی تمام خواہشات کو پس پشت ڈال کر ان کے لئے آسائش اور آرام مہیا کرتے ہیں، گھر کی ہر قیمتی چیز ان کی تعلیم، صحت، شادی اور دیگر ضروریات کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔ وہی والدین اپنا کل اثاثہ قربان کر کے ان کے لئے مہنگی ترین دکان سے خوشنما اور دیدہ زیب پیکٹوں میں خوبصورت ترغیبات اور بہترین میٹھے ذائقے والا زہر خریدیں اور پھر جیسے ہی ذرا بولنے اور سوچنے کے قابل ہو، اسے کھلانا شروع کر دیں اور اس کے برسرروزگار ہونے تک اسے کھلاتے رہیں۔ آپ بالکل یقین نہیں کریں گے۔ لیکن طویل عرصے سے ہم یہ میٹھا زہر اپنی ساری جمع پونجی خرچ کر کے اپنے بچوں کو کھلا رہے ہیں اور اس پر خوش اور شاداں بھی ہیں۔ اس زہر پر پلی ہوئی پہلی نسل اب جوان ہو کر ہمارے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی ہے اور وہ اسی زہر میں بجھے ہوئے تیروں جیسے سوال ہم سے کرتی ہے۔ ہماری زندگی، اخلاق، ماحول، مذہب، دین اور ہمارے تصورات کو دقیانوسی، فرسودہ اور عقل سے بے بہرہ قرار دیتی ہے اور ہمیں چودہ سو سال پرانے خوابوں میں زندہ رہنے والا بے وقوف سمجھتی ہے۔

ہم نے اپنی اس نسل کی تباہی پر خود دستخط کیے اور اب مزید اس پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ دنیا کی پانچ ہزار سالہ تحریر شدہ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں گزری جس نے کسی دوسرے کی زبان میں علم حاصل کیا ہو اور ترقی کی ہو۔ ہمیں گزشتہ 25 سال سے ایک سبق طوطے کی

طرح پڑھایا گیا کہ انگریزی کی بغیر اب ترقی کرنا ممکن نہیں۔ لیکن یہ سوال کسی نے چھوٹے چھوٹے ملکوں سویڈن، ناروے، ڈنمارک، آسٹریلیا، ہالینڈ اور بڑے بڑے ملکوں چین، جاپان اور جرمنی سے نہیں پوچھا، جو اپنی زبانوں میں پی۔ایچ۔ڈی تک کرواتے ہیں۔ سنگاپور نے انگریزی میں تعلیم کا تجربہ کیا اور بیس سال بعد وہ اب سر پیٹ رہے ہیں کہ ان کے ہاں تخلیقی تحقیق (CREATIVE RESEARCH) بالکل نہیں ہو رہی اور وہ بالکل نقال بندر بن کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے کہ آپ علم کسی دوسرے کی زبان میں حاصل کر سکتے ہیں لیکن تخلیق کے دروازے اپنی ہی زبان سے کھلتے ہیں۔ لیکن یہاں المیہ یہ نہیں کہ ہم نے انگریزی زبان میں بچوں کو تعلیم کیوں دلوائی۔ سائنس کے مضمون تو ہماری مجبوری تھی کہ ہمارے ملک کے پانچ لاکھ اساتذہ نے اپنی زبان میں ایک لاکھ کتب بھی ساٹھ سالوں میں ترجمہ نہ کیں۔ المیہ تو وہاں سے شروع ہوا جب ہم نے اپنی تباہی کے دوہرے پروانے پر دستخط کیے۔ ایک تو سائنسی تعلیم انگریزی میں دلوائی جس سے تخلیقی تحقیق کا دروازہ ہم پر بند ہو گیا اور دوسرا پورے کا پورا نصابِ تعلیم ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ جو بچہ سکول میں داخل ہوتے ہی اللہ، اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور اپنے ماضی کے ہیروز کی کہانیاں پڑھ کر جوان ہوتا تھا۔ جس کی زندگی کے ہر قدم پر اخلاقیات کا درس اسے اپنے مشاہیر کی پاکیزہ زندگی سے ملتا تھا۔ جو والدین کے احترام سے لے کر زندگی کے شرم و حیا اور مہر و محبت کے اصول پڑھتا اور ان کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں ان ہزاروں انگلش میڈیم سکولوں نے جو کتابیں تھما دی ہیں ان میں وہ تمام کہانیاں ہیں، وہ تمام قصے ہیں، وہ تمام اخلاقی اصول ہیں جن کے پڑھنے کے بعد انہیں اپنے ماحول، اس کی اقدار، روایات اور طرز زندگی سے بو آنے لگتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی اور دنیا کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ میں سکول کی لائبریریوں میں موجود کتابوں کی نہیں صرف کورس کی کتابوں کی بات کر رہا ہوں۔ ورنہ لائبریریاں تو ایسے زہر سے پٹی پڑی ہیں۔ یہ چند ایک کتب ہیں جو ہمارے بچے پڑھتے ہیں اور ہم فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے A اور O لیول میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے۔

1۔ A CHRISTMAS CAROL: پوری کتاب کرسمس کے تہوار اور عقائد پر گھومتی ہے۔ جس بچے کو قرآن پڑھانے پر دہشت گردی کی تعلیم کہا جائے، وہاں اس کتاب کو صرف اس لیے پڑھایا

جارہا ہے کہ یہ بچے مغربی مذاہب سے خود کو علیحدہ محسوس نہ کریں اور غیر محسوس طریقے پر اس کا حصہ ہوں۔

2۔ THE COLDEN TOUCH: یہ یونانی دیو مالائی خداؤں کی داستانیں ہیں جو لیول II میں پڑھائی جاتی ہیں۔ جس بچے کو اللہ کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی سیرت پڑھنی چاہیے اسے وینس اور کیوپڑ جیسے دیوتاؤں کے معاشقے پڑھنے کو ملتے ہیں۔

3۔ KING SOLOMON's MINES: یہ کہانی جنسی تعلقات اور جنسی ناہمواری کے انیسویں صدی کے تصورات پر لکھی گئی ہے اور اس میں مرد اور عورت کی تلاش کو اسی کے چھپے ہوئے ''جسمانی خزانوں'' کی جستجو بتایا گیا ہے اور خواتین کی جبلتوں اور مرد کی جسمانی ہیئت کی مثالیں بیہودہ انداز میں دی گئی ہیں۔ یہ کتاب لیول IV میں پڑھائی جاتی ہے۔

4۔ THE EMPEROR's NEW CLOTHES AND OTHER STORIES: ان میں ایک لنگڑے سپاہی کی کہانی جو ایک ناچنے والی گڑیا کے عشق میں گرفتار ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ جو کپڑوں کے بغیر شہر کا دورہ کرتا ہے اور اگر کوئی والد یا والدہ "THE KISS" پڑھ لے تو حیرت میں ڈوب جائے۔

5۔ TREASURE ISLAND: یہ لیول I کی کتاب ہے۔ کہانی بحری قزاقوں پر ہے جو اپنے قوانین رکھتے ہیں، شراب کے نشے میں دھت رہتے ہیں اور اس شراب کی تلاش میں پاگل جہاز کا کپتان دیوانہ ہوا جاتا ہے۔

6۔ THE ADVENTURES OF SHERLOCK HOLMES: جاسوسی کہانیاں ہیں لیکن عشق و محبت کے رسیلے جذبات سے نچڑی ہوئیں۔ جو لوگ نسیم حجازی کی رزمیہ عشقیہ کہانوں پر اعتراض کرتے تھے، وہ یہ سب کچھ پڑھاتے ہیں۔

7۔ AROUND THE WORLD IN EIGHTY DAYS: یہ لیول III کی کتاب ہے جس کا ایک کردار شرط لگاتا ہے اور دنیا گھومتا ہے۔ بچوں کے ذہن میں اس کے دلچسپ افسانے تو آتے ہیں لیکن اس کا ہیرو شراب بھی پیتا ہے اور جگہ جگہ محبت بھی کرتا ہے۔

8۔ JUST 50 STORIES: دنیا بھر میں نسلی تعصب اور گورے کی نسلی برتری کے قائل رڈیارڈ کپلنگ کی کہانیوں کی کتاب ہے جس میں (معاذ اللہ) اللہ کو ایک عظیم جادوگر کہا گیا

ہے،جس نے پہلے زمین بنائی پھر سمندر۔ یہ لیول ا میں پڑھائی جاتی ہے۔

9۔ TALES OF KING ARTHUR: یہ بادشاہ کی بیوی ملکہ GUENEVERE کے LA UNCELOT کے ساتھ ایک خفیہ عشق کی داستان ہے۔

اس کے علاوہ چند اور کہانیوں کی کتابیں یہ ہیں:

10۔ THE BRAVE LITTLE TAIBR

11۔ HEROS AND HEROINS

12۔ THE CANTERVILLE GHOST

13۔ THE GIFTS AND OTHER STORIES

14۔ THE GOLDEN GOOSE AND OTHER STORIES

15۔ GREAT EXPECTATIONS

16۔ A MID SUMMER NIGHT'S DREAM AND OTHER SORIES

آپ ان ساری کی ساری کہانیوں کو اٹھا لیں، آپ کو ان میں ایک ایسا ماحول ملے گا، ایسی اخلاقیات ملیں گی، اس طرح کی طرز زندگی نظر آئے گی جس کا نہ ہماری زمین سے کوئی تعلق ہے نہ ہمارے آباء واجداد سے۔ نہ ہمارے مذہب سے کوئی رشتہ ہے اور نہ تصور دین ہے۔ یہ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، میتھس نہیں کہ ہم کہیں کہ ان کے بغیر ہماری ترقی نہیں ہو سکی۔ یہ وہ اخلاقیات ہیں جو ان کہانیوں کی صورت میں ہماری نسلیں پڑھ رہی ہیں۔ انہی کے کرداروں کے روپ میں خواب دیکھتی ہے۔ انہیں اپنی زندگیوں کا آئیڈیل بناتی ہیں۔ اس طرح کے ماحول اور ویسی طرز زندگی کو اپنے لیے رہنما تصور کرتی ہیں۔ ظلم یہ نہیں کہ ہماری نسلیں یہ کہانیاں پڑھ رہی ہیں۔ ظلم یہ ہے کہ وہ جس عمر میں پڑھ رہی ہیں اسی عمر میں انسان اپنی زندگی بھر کے ہیروز کے تصورات ذہن میں پختہ کرتا ہے۔ اس سے بڑا ظلم یہ کہ ہم یہ سب کچھ اپنے بچوں کے بہترین مستقبل کے لئے اپنی جمع پونجی قربان کر کے تحفے میں دے رہے ہیں اور عظیم ترین ظلم یہ کہ ہم نے ان کہانیوں کے مقابل اپنے بچوں کے لئے کوئی اخلاقی، مذہبی اور دینی کہانیاں جو سچ پر مبنی ہوں تخلیق ہی نہیں کیں۔ ہم کتنے ظالم ہیں۔

اسبابُ المصائب

(مسلمانانِ پاکستان پر مصیبتیں کیوں نازل ہو رہی ہیں)

شیخ عمر فاروق

(کے مجموعۂ مضامین ''شریعت اسلامیہ کے محاسن'' سے ایک باب)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب میری اُمت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں تو ان پر مصائب کا نزول شروع ہو جائے گا۔ دریافت کیا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ

1۔ جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے،

2۔ امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے،

3۔ زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہو،

4۔ شوہر بیوی کا تومطیع ہو،

5۔ اور ماں کا نافرمان بن جائے،

6۔ آدمی دوستوں سے بھلائی کرے،

7۔ اور باپ پر ظلم ڈھائے،

8۔ مساجد میں شور مچایا جائے،

9۔ قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر رہو،

10۔ آدمی کی عزت اس کی بڑائی کے ڈر سے ہونے لگے،

11۔ نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں،

12۔ مرد ریشم پہنیں،

13۔ آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے،

14۔ اور گانے بجانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں،

15۔ اور اس وقت پچھلے لوگ (اخلاف) اگلوں (اسلاف) پر لعن طعن کرنے لگیں ـــــــــ

تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ وہ سرخ آندھی کی شکل میں ہو یا اصحاب السبت (یہودیوں) کی طرح صورتیں مسخ ہونے لگیں۔'' (ترمذی، باب علامات الساعة)

نبی ﷺ کی لسانِ صدق سے جو کچھ ارشاد ہوا۔ اس پر غور کیجیے اور آج اُمتِ مسلمہ کے حالات پر گہری نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ مندرجہ بالا تمام باتیں سچی ثابت ہو رہی ہیں۔

☆ پہلی بات خزانۂ عامرہ کا بے دردی سے استعمال ہے۔ سرکاری خزانہ جو عوام سے عشر، زکوٰۃ، مختلف ٹیکسوں اور بلوں سے وصول کیا جاتا ہے اور جسے فی الحقیقت عوام ہی کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جانا چاہیے وہ وزراء کی بھاری بھرکم تنخواہوں، ان کے ملکی اور غیر ملکی دوروں، پرتکلف ضیافتوں اور ان کی پرشکوہ اور مزین رہائش گاہوں پر صرف ہوتا رہتا ہے پھر اراکین حکومت اور ان کے اثر و رسوخ سے ان کے دوست احباب سرکاری بنکوں سے بڑے بڑے قرضہ جات (LOANS) حاصل کر لیتے ہیں۔ جن میں اکثر بعد میں یا تو واپس نہیں کیے جاتے یا معاف کرا لیے جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان بھاری رقوم سے اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں کاروبار شروع کیا جاتا ہے اور ان سے حاصل کیا گیا تمام نفع غیر ملکی بنکوں میں جمع کرایا جاتا ہے جس کے منفی اثرات ملکی معیشت پر پڑتے ہیں جس کا اندازہ پاکستان کے موجودہ حالات سے لگایا جاسکتا ہے اور ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

☆ دوسری بات جو مصائب اور پریشانیوں کا باعث بنتی ہے وہ امانت کا ناجائز استعمال ہے قاعدے کی بات ہے ایک برائی سے دوسری کئی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جب کسی ملک کی حکومت ہی خیانت کی مرتکب ہو تو اس کے اثرات عوام میں پھیلتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ''اَلنَّاسُ عَلٰی دَیْنِ مُلُوْکِھِمْ'' یعنی لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ اس وقت لوگوں میں بھی امانت داری کا شعور رخصت ہو جاتا ہے۔ جس طرح مالِ غنیمت بے دردی سے لوٹا جاتا ہے اسی طرح

لوگ آپس کی امانتیں ہڑپ کرنے لگتے ہیں۔ یتامیٰ کے مال کو اپنے مال میں گڈمڈ کر لیتے ہیں۔ عورتوں کو وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ مقدمہ بازی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو سالہا سال پر محیط ہوتا ہے۔

☆ تیسری بات زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اخلاقی اور روحانی فقدان کے باعث لوگوں کے ذہن مادہ پرست بن جاتے ہیں اور مال و دولت سے اتنا گہرا لگاؤ ہو جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے فقراء و مساکین کے لئے زکوٰۃ ادا کرنا بھی بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے ٹیکس تو بادل نخواستہ ادا کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر زکوٰۃ کی ادائیگی بارِ خاطر بنتی ہے زکوٰۃ ادا نہ ہونے پر دولت کی گردش رُک جاتی ہے امیر اور غریب کے درمیان حسد و بغض، رقابت اور رنجش کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اِدھر دیکھئے کہ امیر گھرانے کا بچہ کار میں سوار ہو کر کسی اُونچے درجہ کے سکول میں جا رہا ہے ادھر اسی کے پڑوس میں کوئی یتیم بچہ رو رہا ہے کہ اس کے پاس کتاب خریدنے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ امیروں کے علاج معالجے کے لئے ملکی ہی نہیں غیر ملکی ہسپتالوں کے دروازے کھلے ہیں مگر غرباء کے لئے ملکی ہسپتالوں میں جگہ ملنا مشکل ہوتا ہے اور اگر کہیں جگہ مل بھی جائے تو دوا دارو کے لئے مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان دشواریوں کی وجہ یہ ہے کہ مالدار لوگوں نے ٹھیک ٹھیک زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ کاش وہ سمجھتے کہ یہ مال ان کے پاس اللہ کی امانت ہے اور انہیں تقسیم کرنے کے لئے امین بنایا گیا ہے۔

☆ چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں بات والدین اور بچوں سے متعلق ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں زبردست بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ سب سے بڑا نقصان ذرائع نشر و ابلاغ نے پہنچایا ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو کے اخلاقی معیار سے گرے ہوئے پروگرام بچوں کے ذہن و فکر پر غلط چھاپ لگاتے ہیں۔ یہی بچے گلی کوچے میں کھیل کود کے لئے نکلتے تو ایک دوسرے کے ساتھ انہی فلمی ڈراموں کی باتیں کرتے ہیں جو وہ ٹی وی پر دیکھ چکے ہوتے ہیں اور انہی حرکات و سکنات کا مظاہرہ کرتے ہیں جس سے مزید بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہ جن کے گھر میں ٹی وی سیٹ نہیں ہوتا وہ اپنے غریب والدین کو خریدنے پر مجبور کرتے ہیں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ نادار اپنا پیٹ کاٹ کر یا قرض لے کر بچوں کے لئے ٹی وی لایا ہے۔ آج تو غریب سے غریب گھر میں بھی ٹی وی

ضرور نظر آئے گا۔

دینی مکاتب اور مدارس ہوں یا انگریزی سکول اور کالج، تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ جب تربیت ہی نہ رہے تو وہ شاہین بچے کیسے بن سکتے ہیں؟

؎ شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

قوم کی بچیاں جن کی اعلیٰ تہذیب و تربیت سے قوموں کا مستقبل روشن ہوتا ہے ہماری یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم کی وجہ شرم و حیاء ایسا وصف ان میں بھی نابود ہو رہا ہے۔ چادر اور چاردیواری کی حفاظت سے عورت کی عظمت تھی۔ جب وہ چاردیواری سے نکل آئی تو چادر کو بھی سلام کہہ ڈالا۔ آزادی ملنے سے پہلے کسی حد تک نقاب کی پابندی تھی اور حصولِ آزادی کے بعد اس پابندی کو بھی اُٹھا دیا گیا۔ آزادی کیا ہوئی بربادی کی طرف قدم بڑھا۔ کسی زمانے میں مردوں کے لئے ننگے سر پھرنا معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ آزادی ملنے کے بعد مرد تو مرد ہے اب عورتیں بھی بے محابا ننگے سر پھر رہی ہیں بلکہ اب یہ بات فیشن میں داخل ہے اور دوپٹہ برائے نام گلے میں لٹکایا ہوتا ہے اور جن گھرانوں کی خواتین نقاب اور سر پر چادر یا دوپٹہ کا استعمال کرتی ہیں انہیں دقیانوسی اور غیر مہذب خیال کیا جاتا ہے۔ اکبرالہ آبادی کا زمانہ بڑا اچھا تھا تہذیب و شرافت کی قدردانی تھی ایسے ہی شہر میں کہیں چند خواتین کو بے نقاب دیکھا تو چیخ اُٹھے۔

؎ بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

جب قوم کے بچوں میں ادب و احترام اور شرم و حیاء ایسے اُوصاف ختم ہو گئے تو ان کے دلوں میں والدین کا کیا مقام رہ گیا؟ غلط تربیت اور مسموم فضاء اپنے اثرات ظاہر کرتی ہے شوہر اپنی بیوی کی تو ہر بات ماننے کو تیار رہتا ہے مگر ماں کو جس نے اس کے لئے انتہائی دُکھ اور مصائب اُٹھائے، خاطر میں نہیں لاتا۔ اس بے چاری کے لئے صبح و شام رونے دھونے کے سوا کچھ نہیں رہ

گیا۔اس کا ظالم بیٹا ایسا سنگدل ہو چکا ہے کہ اسے ماں کے غمزدہ دل کی مطلق پروا نہیں ہے بلکہ اس بے چاری کو برا بھلا کہنے میں بھی باک نہیں ہے کاش کہ وہ اپنے ماضی پر نگاہ ڈالتا اور ٹھنڈے دل و دماغ سے اس کے احسانات کو سامنے لاتا تو شاید یہ برتاؤ نہ کرتا۔ یہ تو ماں سے برتاؤ تھا باپ جس نے محنت و مشقت سے دن بھر مزدوری کر کے اس کے لئے خورد و نوش کا سامان فراہم کیا اس کی تعلیم پر ہمت سے بڑھ کر روپیہ خرچ کیا۔ظالم بیٹا اسے منہ بھی نہیں لگاتا۔آج کتنے گھرانے اس دُکھ میں مبتلا ہیں۔آج بڑھاپے نے باپ کو کام کاج کے اہل نہ رہنے دیا مگر صاحبزادے کو نہ باپ کے بڑھاپے کی پروا ہے اور نہ اس کی بیماری کی فکر اس کی سرگرمیوں کا مرکز تو اس کے دوستوں کی محفل ہے۔

ے صبر، خودداری، دلیری، حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہوگئے

☆ آٹھویں بات: جو نزولِ بلا کا باعث ہے وہ مساجد میں بے ہنگم شور و غل ہے۔ مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ یہ اس کی بندگی اور ذکر کے لئے ہیں۔ یہاں لوگ علم دین سیکھتے سکھاتے ہیں۔ یہاں سے ہدایت و نور کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ جمعۃ المبارک کے خطبات سے لوگ علمی و روحانی غذا لے کر جاتے ہیں۔ یہاں قرآن و سنت ہی کی اشاعت و تبلیغ ہونی چاہیے مگر افسوس کہ مسلمان اس سے بھی غافل ہو چکے ہیں۔کتنی کم مساجد ہیں جہاں دعوتِ حق کو بلند کیا جاتا ہے اور کتنی زیادہ مساجد ہیں جہاں بے سروپا واقعات سے گلے پھاڑ پھاڑ کر سمع خراشی کی جاتی ہے کہ بسا اوقات رات کو سونا مشکل ہو جاتا ہے۔

☆ نویں بات: نااہل لوگوں کا برسرِ اقتدار آنا ہے۔ رذیل ترین آدمی کے لیڈر بننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا تعلق نیچ ذات اور برادری سے ہے۔اسلام میں تو حسب نسب، ذات پات کے برتر یا کمتر ہونے کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ یہاں وہی شخص برتر ہے جو نیکی اور پارسائی میں آگے ہے خواہ وہ چھوٹی ذات کا ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں رذیل ترین لیڈر بننے سے مراد ایسا شخص ہے جو علم و دانش، تقویٰ اور طہارت سے عاری ہو اور وہ صرف مال و متاع کے بل بوتے پر اقتدار پر آ گیا ہو۔کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے ہی ملک میں ایسے ایسے لیڈر برسرِ اقتدار آئے جنہوں نے

وطن عزیز کو نہایت پست مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

☆ دسویں بات: یہ ہے کہ ایسے ماحول میں لوگوں کا شعور اتنا گر جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی عزت نیکی اور شرافت کی وجہ سے نہیں بلکہ مال و دولت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ مالدار ذلیل ترین شخص ہی معزز خیال کیا جاتا ہے اور غریب ذی علم اور عالی نسب شخص کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آج کتنے ہی رشتہ دار امیر بننے کے بعد اپنے غریب رشتہ داروں سے منہ موڑ چکے ہیں یہاں تک کہ انہیں خوشی غمی میں بھی شامل نہیں کرتے۔

☆ گیارہویں بات: نشہ آور اشیاء کی فراوانی ہے پھر ایسے ماحول میں حلال وحرام کی تمیز اُٹھ جاتی ہے نشہ آور چیزوں کا استعمال گناہ نہیں بلکہ فیشن بن جاتا ہے۔

چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی
مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی

☆ بارہویں بات: مردوں کا ریشم پہننا ہے۔ زیورات اور ریشمی لباس اسلام نے عورتوں کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ ایسے ملبوسات دیکھنے میں آتے ہیں جو اصلی ریشم نہ سہی مگر ریشم نما ضرور ہیں جنہیں مرد بھی پہنتے ہیں اور خواتین بھی۔ دراں حالیکہ دونوں کے لباس میں فرق ہونا چاہیے۔

☆ تیرھویں اور چودھویں بات: آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے اور گانے بجانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں۔ آلاتِ موسیقی کا آج کی اسلامی دنیا میں جس کثرت سے استعمال ہو رہا ہے وہ سب جانتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جس طرح گانے بجانے والی لڑکیاں لائی جاتی ہیں۔ وہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے پھر دوسرے ملکوں سے آج کل جس طرح گانے بجانے والیوں کے گروپ (طائفے) آتے ہیں وہ سب جانتے ہیں اور اسے ثقافتی شو کا نام دیا جاتا ہے گویا تہذیب کے نام پر بدتہذیبی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

کتاب اور معلم سے پھرتے ہیں بھاگے
مگر ناچ گانے میں ہیں سب سے آگے

☆ سب سے آخری بات: اس حدیث مبارکہ میں یہ بات کی گئی ہے کہ اَخلاف اپنے اَسلاف پر لعن طعن کرنے لگیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمانوں میں ایسے لوگ

موجود ہیں جو اسلاف کی سادہ طرزِ بود و باش، وضع قطع، خوراک اور لباس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ ذرا آج کل کے نوجوان سے کہہ کر تو دیکھئے کہ بھائی ٹخنوں سے کپڑا اُونچا کر لو یہ تکبر کی علامت ہے یا چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھالو ہمارے بزرگوں کا یہی طرزِ عمل تھا، اس پر وہ کئی باتیں بنا ڈالے گا۔

غور کیجئے! تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی تقریباً تمام باتیں پوری ہو چکی ہیں۔ دنیا میں زلزلے، طوفان، آندھیاں اور سیلاب کثرت سے آنے لگے ہیں۔ اکتوبر 2005ء میں ہمارے وطن میں قیامت خیز زلزلہ آیا جس میں آناً فاناً ہزاروں انسان پیوندِ زمیں ہوگئے اور سینکڑوں سر بفلک عمارتیں زمین بوس ہوگئیں۔ کئی آبادیاں اُجڑ گئیں۔ اپنے بھائیوں کے اس بے پناہ جانی و مالی نقصان کو دیکھ کر بھی ہمیں عبرت نہیں ہوئی۔ یہاں اور دنیا کے مختلف حصوں میں کتنے سیلاب اور طوفان آتے رہتے ہیں۔ شدید ترین عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب آتے ہیں شاید کہ انسان سنبھل جائیں۔

وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

''اور ہم انہیں (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے ہلکے عذاب کا ذائقہ بھی ضرور چکھائیں گے شاید وہ باز آجائیں۔'' (21/32)

بڑا عذاب وہ ہے جس کے بعد اصلاح اور عمل کا وقت نہ ہوگا یعنی جہنم کا عذاب اور چھوٹے عذاب وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور عبرت کے طور پر بھیجے جاتے ہیں اور جن کے بعد بھی سنبھلنے کا موقع باقی رہتا ہے جیسے بیماریاں، قحط سالیاں، زلزلے اور حادثات وغیرہ۔

جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے صرف اور صرف یہ راستہ ہے کہ ہم خلوصِ دل سے اس کے حضور توبہ و استغفار کرتے رہیں، اس کے احکام بجالائیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں تو وہ یقیناً ہمیں دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ ان شاءاللہ

نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں! خرد کھوئی ہوئی ہے چار سو میں!
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی! اماں شاید ملے اللہ ہو میں!

علامہ اقبال

عام مسلمانوں کی 'جہاد' سے عدمِ دلچسپی کی وجہ کہیں

مرزا قادیانی کے 'جہاد کو حرام'

قرار دینے کا اثر تو نہیں؟

انجینئر مختار فاروقی

دو صدی قبل برطانیہ مغلیہ سلطنت پر بے پناہ تشدّد کے ذریعے قابض ہو گیا اس عالمی صہیونی سامراج نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا تھا اس کے ردّ عمل کو کم کرنے کے لیے ایک سیکولر نظامِ تعلیم جاری کیا اور ایک فرضی نبی (مرزا قادیانی) کھڑا کیا اور اس کے منہ سے اپنی پسند کی جو باتیں کہلوائیں اسے 'ابلیسی وحی' ہی کہہ سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک جہاد کا حرام قرار دینا تھا۔ آج ڈیڑھ صدی بعد مسلمانوں کی عظیم اکثریت عالمی صہیونی سامراج کے خلاف جہاد کے نام سے خائف ہے۔ ہم نے تحفظ ختم نبوت ﷺ کے عنوان سے تو بھرپور دفاع کیا مگر جھوٹی نبوت کی جھوٹی تعلیمات کے فروغ کے نتیجے میں اُمّت کے جذبہ جہاد کو ٹھنڈا پڑنے کے خلاف اپنی توانائیاں صرف نہیں کیں جس کا نتیجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کا معتدبہ حصہ عملاً جہاد سے کوسوں دور ہے۔

—— آیئے اس کی تفصیلات پر ذرا غور کرتے ہیں ——

ماضی میں جھانک کر دیکھیں —— اٹھارویں صدی سے مغربی سامراج نے تجارت کی آڑ میں اسلحہ لا کر ہندو کے گٹھ جوڑ، اندرونی سازشوں اور میر جعفر (اور میر صادق) جیسے غدّاروں کی ایک کھیپ کو حکمران بنانے کے جھوٹے وعدے دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا۔ یہ 1753ء کی بات ہے۔ 1799ء میں سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ کے بعد انگریز کو پورے ہند میں سیاسی سطح پر سینکڑوں میر جعفر اور میر صادق مل گئے اور اس طرح 1802ء میں انگریز کا عمل دخل تخت دہلی پر بھی

مستحکم ہوگیا۔ مغل بادشاہ برائے نام تھا اصل حکمران انگریز تھا۔ 1835ء میں برطانوی سامراج نے نظامِ تعلیم بدل دیا اوراس کے ساتھ قانون بدلنے کا آغاز کردیا۔ ظالمانہ قوانین اور مسلمانوں کو دبانے کے لئے بے رحم روّیوں نے مسلمانوں کے کاروبار تباہ کردیے۔ ہندوؤں اور غیر مسلموں سے انگریز کوئی خطرہ نہیں محسوس کرتا تھا۔ اس نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور مسلمانوں کے اندر مذہبی جذبات اور خصوصاً جذبۂ جہاد ـــــــــ انگریز کے لئے ڈراؤنا خواب تھا۔

اس خدشے نے 1857ء میں ایک حقیقت کا روپ دھارلیا اور مسلمانوں کے سینوں میں آزادی کی تڑپ کی چنگاری بھڑک اُٹھی اور میرٹھ اور دہلی میں مسلمانوں نے سامراج کے خلاف بغاوت کردی کچھ مقامات پر ہندووں نے ساتھ دیا اور قریب تھا کہ یہ جنگ ـــــــــ حقیقتاً جنگ آزادی بن جاتی ـــــــــ مگر انگریز کے مظالم اور غدّاروں کے منافقانہ روّیوں نے انگریز کو برتری دے دی۔ مسلمان مجاہدین اور سرگرم کارکنان (ACTIVISTS) پس پردہ چلے گئے مگر انگریز نے مستقبل کی پرسکون حکومت کے لئے چار سال تک گشتی عدالتوں کے ذریعے غدّاروں کو استعمال کرکے چن چن کر سرگرم اور فعال مسلمان نوجوانوں اور اس کی قیادت کو سرِعام پھانسیاں دیں اور بعض کو کالے پانی (جیسے موجودہ دور میں گوانتانامو بے جیل) کی سزا سنائی جس سے انگریزی حکومت کی دہشت تو پھیل گئی مگر جن کے اعزہ واقارب شہید ہوگئے ان کے سینوں میں انگریزوں کی نفرت نے جڑ پکڑلی۔ کئی فعال مسلمان حرمین شریفین ہجرت کرگئے۔

1857-1860ء تک چارسالوں میں 20 سال سے اُوپر عمر کے تمام فعّال مسلمان مجاہدین کوختم کردیا گیا۔ 1860ء میں انگریز نے قانون کی حکمرانی کا راستہ اختیار کیا اور جنوبی ایشیا براہِ راست برطانوی تخت کے تحت آ گیا۔ صوبے، ضلع، تحصیل، تھانے اور عدالتیں بنیں تمام قوانین 1860ء میں ہی بنائے گئے اور انگریزی گرفت مضبوط ہوگئی۔

1860ء سے 1900ء (20 سال سے اُوپر عمر کے تمام فعّال مسلم عناصر کو انگریز کی طرف سے سزائے موت ہوجانے کی وجہ سے) کوئی فعّال مسلم قیادت سامنے نہ آسکی۔ تاہم انگریز کو ڈر تھا کہ مسلمانوں کا جذبہ جہاد، ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی وقت بھی دوبارہ جاگ سکتا ہے۔ دوسری طرف انگریز جنوبی ایشیا میں ایک خاص منصوبہ بندی سے آیا تھا۔ بالآخر اس کا رُخ عثمانی

سلطنت کے نظامِ خلافت کی طرف تھا یہ نظام مسلمانوں کی مرکزیت کا مظہر تھا اور یہ سلطنت 1900ء تک تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس برطانوی سامراج نے مسلمانوں کو سیاسی، عسکری اور تعلیمی طور پر بھی دبایا، لارڈ میکالے کا سیکولر اور خدا بیزار اور مذہب دشمن نظامِ تعلیم نافذ کر دیا پھر بھی مسلمانوں کے اندرونی مذہبی نظام کی وجہ سے برطانوی سامراج کو سکون نہیں تھا۔

سر سیّد احمد خان کے ذریعے مسلمانوں میں جدید تعلیم کا رجحان بڑھ رہا تھا اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جو انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے تھے۔ مگر مسلمانوں کی اکثریّت انگریز سے نفرت کی وجہ سے انگریزی نظامِ تعلیم سے دور تھی۔

سامراجی اور صہیونی دماغوں نے اپنی ایک روایتی پرانی تدبیر آزمائی (جیسے عرب میں قرآنِ پاک میں ختم نبوت کے اعلان کے بعد یہودیوں نے جھوٹے نبی کھڑے کر دیے تھے) ایک 'خود کاشتہ' نبی کھڑا کر دیا (اس سکیم کی تفصیلات مذہبی میدان میں عام دستیاب ہیں اور خود اس جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی سے متعلق تفصیلات شاہد و عادل ہیں) اور اس کے ذریعے عوام کو دھوکا دینے کے لیے مذہب کی آڑ لے کر جھوٹے نبی کی جھوٹی وحی (جو اُسے انگریز نے DICTATE کرائی تھی) کے ذریعے جہاد کو حرام قرار دے دیا گیا۔

اس طرح انگریز کو قدرے اطمینان ہو گیا کہ اس کاروائی سے سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کا جو پروگرام وہ لے کر چل رہا تھا اس کے راستے میں مسلمانوں کی طرف سے متوقع مزاحمت ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ بعد میں 1909ء میں سلطان عبدالحمید رحمہ اللہ کو معزول کر کے ترکی میں آئینی خلافت کو رائج کیا اور بالآخر مصطفٰے کمال کے ذریعے 1924ء میں اس برائے نام خلافت کو بھی ختم کر دیا۔ سلطنت کے حصے بخرے کر دیے گئے۔ فلسطین یہودیوں کے حصے میں آ گیا اور مشرق وسطٰی میں عثمانی سلطنت کے حصے کر کے آزاد مملکتوں اور ریاستوں کا درجہ دے دیا گیا۔ انگریز کو اس وقت دھچکا لگا جب ترکی میں خلافت کے خاتمے پر سب سے زیادہ زوردار تحریک برطانوی ہند کے مسلمانوں نے چلائی اور برطانوی سامراج ڈولنے لگا۔ گاندھی جیسا ہندو بھی اس تحریک میں شامل ہو گیا (ورنہ کہاں ہندو کہاں خلافت کا مطالبہ!) کہ کہیں انگریز یک طرفہ طور پر مسلمانوں کو حکومت دے کر ملک سے چلا نہ جائے۔

جہاد کے خلاف برطانوی سازشیں

ایک طرف ـــــــــ برطانوی سامراج جھوٹے نبی کے ذریعے جہاد کے خاتمے کا اعلان کر کے عام مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کی اہمیت کو ختم کرنا چاہتا تھا اور یہ فکر پھیل رہا تھا۔

دوسری سمت ـــــــــ مسلمانوں میں غلامی کی آہنی بیڑیوں کی وجہ سے بے عملی اور دین سے دوری تو تھی ہی جہاد سے بھی بے رغبتی پیدا ہو گئی۔

تیسری سمت ـــــــــ جو مسلمان جدید تعلیم کے حصول کے لئے سکولوں کالجوں اور بالآخر یونیورسٹیوں میں پہنچ جاتے ہیں یہ نظامِ تعلیم بذاتِ خود سیکولر، بے دین اور خدا بیزار ہے اس کے ذریعے انسان 'مذہب' سے متنفر ہو جاتا ہے جہاد تو کہیں بعد کی بات ہے۔

چوتھی سمت ـــــــــ جو مسلمان گزشتہ ایک صدی میں یورپ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں تعلیم یا حصولِ روزگار کے لئے چلے گئے ان کی اکثریت مغرب کے طرزِ بود و باش (LIFE STYLE) اور دنیا پرستی کی نذر ہو گئی اور 'ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد' کی مثال بن گئی۔

پانچویں سمت ـــــــــ آج میڈیا کے فروغ سے دور دراز علاقوں اور دیہاتوں میں بھی مغربی لباس رہن سہن، آرام پرستی، جدید آسائشوں کا حصول ہی مطمع نظر بن گیا ہے۔ دین سے عملی بُعد تھا ہی نصب العین کی تبدیلی اور ماحول کے بدل جانے سے ترجیحات بھی بدل گئیں اور ہمارے ہاں کے متوسط طبقہ کے اکثر لوگ بھی دینی ذمہ داریوں اور جہاد سے غافل ہو گئے ہیں۔

چھٹی سمت ـــــــــ مغرب اور صیہونیت اپنے مقاصد کے حصول میں ہمہ وقت سرگرم اور منہمک ہے اس نے مسلمان جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو دین سے ذہناً بیزار رکھنے اور غیر مسلم دنیا کو اسلام کی طرف کشش محسوس کرنے سے باز رکھنے کے لئے 'مولوی' اور دیگر اسلامی شعار (داڑھی، پگڑی، مسلم لباس، سکارف، برقعہ وغیرہ) ہر چیز کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑ دیا ہے جس سے آج عام آدمی کسی باعمل مسلمان کو دیکھ کر چوکنا ہو جاتا ہے اور اضطرابی اور پریشانی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ان تمام سمتوں سے ـــــــــ عالمی قوتوں اور صیہونیّت کی ساری سرگرمیاں ایک مرکزی خیال پر مرتکز ہو رہی ہیں کہ مسلمانوں کو جہاد نہیں کرنا چاہیے جہاد تو دہشت گردی ہے،

خودکش حملے دہشت گردی ہیں، مسلمان تو ہوتا ہی دہشت گرد ہے لہٰذا جہاد سے ہمارا عام جدید تعلیم یافتہ مخلص مسلمان بھی آج متوحش (ALLERGIC) ہو جاتا ہے۔

تحفّظ ختم نبوت صرف نظریاتی اور فقہی سطح پر

گزشتہ ایک صدی میں مسلمانوں نے جھوٹے نبی کے اِبطال اور ختم نبوت کے تحفّظ کے لئے بے مثال کام کیا ہے اور پاکستان میں (کم از کم) 1974ء سے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے (چند دیگر ممالک میں بھی اس کے بعد ایسے ہی قوانین بن گئے ہیں) مگر عملی زندگی کے تمام شعبوں میں مذہبی گرفت کے کمزور پڑنے کی وجہ سے 'بے دینی' کا رنگ غالب آتا جا رہا ہے اور آج کی ہر سطح پر جاری نظریاتی جنگ میں ایسے بے عمل مسلمان غیر جانبدار ہوتے جا رہے ہیں جس سے مسلمانوں کی اجتماعیّت کو ضعف و اضمحلال پہنچ رہا ہے اور 'اسلام کا جھنڈا' اُٹھانے والوں کی آواز مدّھم ہوتی جا رہی ہے۔

قادیانی تعلیمات کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ذرا رُک کر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہم مسلمان اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں تو صورتِ حال کچھ یوں نظر آتی ہے کہ:-

☆ پاکستان میں مسلمانوں کی اکثر مساجد (95 فیصد سے زیادہ) میں 'جہاد' کے موضوع پر خطاب نہیں ہوتا اور جہاد سے متعلق آیات زیر بحث نہیں آتیں۔

☆ ہمارے عام خطباء اور واعظین ہر چیز کو موضوعِ سخن بناتے ہیں سوائے جہاد کے۔

☆ ہماری دینی جماعتیں (اکثر) اپنے پروگرام میں جہاد کی اہمیت کو اجاگر نہیں کرتیں اور اس کے مراحل بیان نہیں کرتیں۔

☆ ہمارے دینی زعماء جہاد سے متعلق گفتگو کو بڑے نپے تلے محتاط الفاظ میں بیان کرتے ہیں کھل کر اور مثبت طور پر اسلام کے فروغ اور غلبہ کے لئے 'جہاد کی ضرورت' کا پرچار نہیں کرتے۔

☆ ہماری بعض مذہبی سرگرم جماعتیں ______ عملی جہاد میں حصہ لینے والے (کشمیر، افغانستان، سوڈان، عراق وغیرہ میں) قلیل مسلمانوں کے لئے دعا بھی کرنا اپنے لئے

’گناہ‘ یا کم از کم شجر ممنوعہ سمجھتی ہیں۔

☆ ہمارے فقہی نظام میں قانونی طور ہی پر سہی جہاد ’فرض کفایہ‘ تو ہے۔ ہمارے خانقاہی نظام جہاں ایمان بڑھانے کے لیے مجاہدات کرائے جاتے ہیں۔ یہ ایمان بنانے کی کوششیں آخر کس مقصد کے لئے ہیں؟ اسلام کے فروغ اور غلبہ کے لئے اور اس کے ضمن میں کھڑے ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہی ہیں اس لیے کہ اس کی کوئی اور توجیہ ممکن ہی نہیں۔ مگر افسوس کہ آج ہمارے تصوّف کے تمام حلقے جہاد کے سلسلے میں ’مکمل خاموشی‘ کا منظر پیش کرتے ہیں اور پیرانِ طریقت ضربِ کلیمی اور ’ید بیضا‘ کی شان سے تہی دست ہیں۔

☆ مسلمان عوام چاہے بے عمل ہوں وہ نماز، روزہ، کلمہ، حج، زکوٰۃ کی اصطلاحات سے تو واقف ہوتے ہیں۔ پردہ، حلال و حرام سے بھی واقف ہیں ——— مگر افسوس کہ ان کی زبان پر جو اصطلاح جاری نہیں ہوتی وہ جہاد کی ہے۔

☆ ہمارے معاشرے میں دین کے لئے کام کرنے کے لئے سنتوں پر عمل کا اہتمام کیا جاتا ہے (اور یقیناً یہ قابل ستائش ہے ایسا کیا جانا چاہیے) دین کے لئے محنت پر زور دیا جاتا ہے۔ دین ہماری زندگیوں میں کیسے آئے گا اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ محنت کا لفظ عربی ہونے کے باوجود پورے قرآن مجید میں اس معنی میں نہیں آیا۔ علماء اور مفسرین سے پوچھیں کہ دین کے لئے ’محنت‘ کے لفظ کے لیے قرآنی اصطلاح کیا ہے۔ تو سوائے اس کے کوئی جواب نہیں ہوسکتا کہ ——— ’جہاد‘ اور اس سے بھی بڑھ کر ’جہاد فی سبیل اللہ‘۔

اُوپر درج تفاصیل کا حاصل یہ ہے کہ آج تک جو ہماری ساری کوششیں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے ہوئی ہیں اور اس کے قانونی پہلوؤں کی وضاحت میں ہماری توانیاں اور مال صرف ہوا ہے۔ وہ بہت اہم ہے اور سب کے سامنے ہے۔ مگر نتیجہ یہ کہ ——— جھوٹی نبوت کی جھوٹی وحی کا سکّہ ایسا چلا ہے کہ ختم نبوت پر ایمان کا اعلان کرنے کے باوجود ——— عملی زندگی میں مرزا قادیانی کی منحوس تعلیمات کا منحوس سایہ کسی نہ کسی صورت میں (ہماری انفرادی اور اجتماعی سطح پر) اثر انداز ہوتا نظر آتا ہے اور ہم جہاد سے ذہناً اور عملاً بہت دور ہیں۔ جبکہ دو صدی قبل جب انگریز کا غلبہ ہوا تو مسلمانوں نے تحریک جہاد شروع کی جو تحریک شہیدین کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس تناظر میں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے نبی آخرالزمان ﷺ کے لائے ہوئے دین یعنی نظامِ خلافت کے نفاذ کے لیے جس اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہے اس سے غافل نہ ہوں اور علماء کرام کی رہنمائی و قیادت میں تحریک شہیدین کے دوسو سال بعد ہی سہی اس خطہ میں (جہاں وہ جہاد ہوا تھا اور جو تحریک پاکستان کی بنیاد ہے) کھڑے ہو کر اسلام کے عادلانہ اجتماعی نظام (جو اخوت، حقیقی آزادی اور عدل پر مبنی ہے) کو نافذ کرنے کے لیے عملی جدوجہد کریں ـــــــــ جس کا دوسرا نام جہاد ہے۔

علماء کرام جانتے ہیں کہ جہاد کے کئی مراحل ہیں:

1۔ ذاتی سطح پر ـــــــــ جہاد مع النفس، جہاد مع الشیطان اور بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف جہاد۔

2۔ معاشرہ کی سطح پر ـــــــــ بے عملی کے خلاف جہاد، بے دینی کے خلاف جہاد، باطل فرقوں کے خلاف جہاد ہوگا اور یہ جہاد قلم، زبان، تحریر و تقریر اور مال سے بھی ہوگا۔

3۔ حکومتی اور سیاسی سطح پر ـــــــــ یہ جہاد حکمرانوں کو غلط کاموں (خلافِ دین احکام اور فیصلوں) پر ٹوکنا، مثبت طور پر اسلام کے معاشی، معاشرتی نظام کے نفاذ کے لیے پُرامن جدوجہد اور تحریک چلانا اور ضرورت پڑے تو جو قوتیں اسلام کے عادلانہ نظام یعنی نظام خلافت کے نفاذ میں مزاحم ہوں اُن سے بالفعل جہاد کرنا بھی نظری طور پر جائز اور روا ہے۔

اُوپر درج ان حقائق کے پیشِ نظر آیئے ہم عہد کریں کہ ـــــــــ

(1) ہم مسلمان ہیں۔ حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں آپ ﷺ کو آخری، کامل، مکمل نبی اور رسول مانتے ہیں۔ آپ کے بعد آنے والے ہر مدّعی نبوت کو کافر زندیق اور گمراہ سمجھتے ہیں اور اس کی تعلیمات کو بھی کفر و ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔

(2) ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق 'جہاد' کو لازم سمجھتے ہیں اور جب تک دشمن سے جنگیں جاری ہیں جہاد کو بھی جاری سمجھتے ہیں۔ اس کو ترک کرنا مرزا قادیانی کے زیر اثر ہونے کے برابر سمجھتے ہیں۔

(3) ہم اپنے دل میں دین کے لئے جدوجہد اور بالآخر کافروں سے میدانِ جنگ میں قتال

کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں گے اور اللہ کے راستے میں نکلنے کی جتنی فضیلتیں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمائی ہیں ان کو خود بھی از بر کریں گے پھر اپنے گھر والوں کو یاد کرائیں گے اپنی اولاد کو یاد کرائیں گے اور یوں ــــــــ جھوٹے نبی کی جھوٹی تعلیمات کی عملاً مخالفت کرنے کو اپنی سعادت سمجھیں گے۔

(4) ہم اپنی گفتگو میں اُٹھتے بیٹھتے 'جہاد فی سبیل اللہ' کی اصطلاحات کو کثرت سے رواج دیں گے اور باہمی گفتگو کا موضوع بنائیں گے۔

(5) ہم اپنے دل میں شہادت کی آرزو پالیں گے اور اللہ کے دین کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو آج کے بعد اپنی سعادت سمجھیں گے۔ یہی تعلیم اپنے گھر والوں اور اپنی اولاد کو دیں گے۔

(6) مسواک، سرمہ اور عمامہ کی طرح 'تلوار' کو بھی سنت سمجھتے ہوئے اس کو گھر میں رکھیں گے۔ اپنے بچوں کو پلاسٹک کی تلواروں جیسے کھلونے لے کر دیں گے۔ جدید جنگی ہتھیاروں جیسے کھلونے بھی لے کر دیں گے۔ (مگر جو فرق مسواک اور برش میں ہے وہی فرق تلوار اور کلاشنکوف کے کھلونے کے بارے میں ذہن میں رہے گا) ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا ترکہ 9 تلواریں، ڈھالیں اور زرہ تھی۔

(7) چونکہ جہاد اکیلے نہیں اجتماعی عمل ہے اس لئے کسی ایسی جماعت سے لازماً منسلک رہیں گے جو ہمارے نزدیک اسلام کے غلبے اور نظامِ خلافت کے قیام کے لئے کوشاں ہو اور اس کے امیر کی اطاعت (معروف میں) کریں گے اور جان و مال کے ساتھ حاضر رہیں گے اور اجتماعی طور پر جب جہاد کا اعلان ہوگا تو ہم پیچھے نہیں رہیں گے بلکہ سچے مسلمانوں اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لانے والوں کی طرح جہاد کی صفوں میں سب سے آگے ہوں گے۔

(8) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جہاد کا راستہ اور اس کے لئے جان و مال نثار کرنے کا ارادہ اس وقت تک ہمارے سینوں میں رہے گا جب تک ہماری جان میں جان ہے۔

(9) عملی جہاد کے اعلان سے پہلے اپنے ذہن میں جہاد کی تیاری کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات اور سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں شہادت کی آرزو ہمارا نصب العین ہوگا۔

نَحۡنُ الَّذِیۡنَ بَایَعُوۡا مُحَمَّدًا ٭ عَلَی الۡجِھَادِ مَا بَقِیۡنَا اَبَدًا

ترجمہ: ’’ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر یہ بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔‘‘

حاصل کلام یہ ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے حقیقی اور دیرپا تحفظ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے تحفّظ کے لئے مسلمانوں میں عملی جہاد کا جذبہ اُجاگر کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک جھوٹی نبوت کی جھوٹی تعلیمات کو لغو قرار دینے کی عملی جدوجہد میں ’جہادٗ (جیسے مثبت عمل میں اپنے آپ کو لگا دینے) جیسا کوئی اور عمل اتنا موثر نہیں ہوسکتا۔ جلسے/کانفرنسیں اپنی جگہ ـــــــ مگر امت میں اگر جذبہ جہاد کمزور ہوکر ختم ہوگیا تو تحفّظ ختم نبوت کی جدوجہد بھی دھیمی پڑ جائے گی اور ہم مسلمانانِ پاکستان قیامت کے دن آپ ﷺ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں گے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

’’خلاصہ تراویح اور دعاؤں کے کتابچے مفت حاصل کریں‘‘

ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک کتابچہ

’’ہم نے آج تراویح میں کیا پڑھا‘‘

اردو اور سندھی زبان میں تراویح کے دوران روزانہ پڑھے جانے والے

قرآن کریم کے حصے کا خلاصہ مع بنیادی مسائل و دیگر معلومات اور

’’قرآنی ومسنون دعائیں‘‘ معہ آسان ترجمہ۔ مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔

ان کتب کے حصول کے خواہشمند خواتین وحضرات عام ڈاک کے لیے کم از کم 15 روپے اور ارجنٹ میل سروس کے لیے 35 روپے کے ڈاک ٹکٹ درج ذیل پتے پر روانہ کرکے کتابچے حاصل کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز عمر، T-473، کورنگی نمبر 2، کراچی، 74900

ہندو (اور دیگر غیر مسلم) مغل اعظم اکبر سے محبت

اور......اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ

سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟

انجینئر مختار فاروقی

☆ ہندو ایک قوم ہے اور مسلمان ایک الگ تشخص رکھتے ہیں اور ان کی ملت اور کیش الگ ہے۔ اسی کو دو قومی نظریہ کہتے ہیں اور اسی بنیاد پر برطانوی ہند تقسیم ہو کر 1947ء میں پاکستان اور بھارت دو الگ ملک وجود میں آئے۔

☆ دو قومی نظریہ، تحریک پاکستان کے دور کی کوئی وقتی اختراع اور سیاسی نعرہ نہیں تھا بلکہ ـــــــــ انسانیت کے اجتماعی ضمیر کی معروف 'شئے' ہے۔ گزشتہ صدی میں یہ نظریہ جنوبی ایشیا کی حد تک نمایاں ہوا۔ اب پون صدی بعد یہی نظریہ عالمی سطح پر نمایاں بھی ہے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ہر رویے، عمل اور اس کے ردّعمل میں پوری طرح مؤثر نظر آ رہا ہے۔

☆ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں نے ساتویں صدی سے ہی اپنے پرکشش کردار کے ذریعے سعید روحوں کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا تاہم پہلی فوج کشی کے ذریعے 'ہندو' اور 'مسلم' کا آمنا سامنا حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے وادیٔ سندھ میں بابرکت قدم رکھنے سے ہوا۔ مسلمانوں کے انسان دوست، اعلیٰ اقدار کے حامل اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق نظریات نے فتح پائی۔ جنگیں دراصل اپنے نظریات سے وابستگی ہی کی بنیاد پر نتائج دیتی ہیں۔

☆ 711ء (93ھ) میں حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی آمد سے لے کر 1030ء تک (جب سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے کابل سے اُٹھ کر لاہور سے جنوب کی طرف سفر کر کے چولستان اور تھر

کا صحرا عبور کر کے گجرات کاٹھیاوار سے ہوتے ہوئے بمبئی سے تھوڑا اُوپر ساحل سمندر پر واقع ریاست جونا گڑھ میں سومنات کے مندر کو فتح کر لیا تھا) مسلمانوں کا جنوبی ایشیا میں پہلا دور شمار کیا جا سکتا ہے۔اس وقت تک بغداد میں مسلمانوں کے سیاسی تہذیبی ثقافتی اور تجارتی مرکز سے نظریاتی اور فوجی لہریں اُٹھتی رہیں اور موجودہ پاکستان تک علاقوں کو سیراب کرتی رہیں۔اگرچہ محمود غزنوی کے وقت سندھ اور ملتان میں مسلمانوں کی دو الگ حکومتیں تھیں۔ شہاب الدین غوری اور محمود غزنوی نے اس دور میں افغانستان سے آ کر ہند کا وسیع علاقہ (سومنات تک اور وسطی ہند تک) روند ڈالا۔اسی دور میں مسلمان مبلغین اور صوفیاء (نظریاتی پرچارک) کا ورود ہوا تو عام ہندو ـــــــــ مسلم عقائد ونظریات سے متاثر ہو کر اجتماعی طور پر مسلمان ہونا شروع ہوئے۔ اس وقت مسلمان لاہور تک حکمران تھے۔

☆ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کا دوسرا دور 1206ء سے شروع ہوتا ہے، جب مسلمانوں نے دہلی کو پایۂ تخت بنایا اور باقاعدہ مستحکم حکومتوں کی بنیاد رکھی۔خاندانِ غلاماں سے لے کر لودھی خاندان تک 300 سال مسلمانوں کے کئی خاندان یکے بعد دیگرے اقتدار میں آئے جس سے مقامی باشندوں کو مسلمانوں کے نظریات، رہن سہن، عقائد، غیر مسلموں سے حسن سلوک جیسے روّیوں کا بڑا خوشگوار احساس ہوا اور مقامی لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔

☆ اسی عرصے میں مسلمان نام کا ہی ایک فاتح تیمور ایشیائے کوچک سے ہندوارد ہوا اور دہلی تک اُجاڑ کر ـــــــــ اپنے پرائے کی تمیز کے بغیر لوٹ مار کر کے واپس چلا گیا۔جس سے مقامی آبادی میں مسلمانوں میں مقامی مثالی کرداروں کے علاوہ ایک اور کردار سے بھی تعارف ہوا، جس سے ہندو نے مسلمانوں کے اختلافات سے فائدہ اُٹھا کر کسی درجے میں مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

☆ ہندو قوم کوئی ایک قوم اور نظریہ کی حامل قوم نہیں ہے 'مسلم دشمنی' نے ہمیشہ اس کو متحد رکھا ہے۔مسلمانوں کے نقطہ نظر سے بھی 'غیر مسلم' (NON-MUSLIM) بالآخر ایک ہو جاتے ہیں اگرچہ ان کے روّیوں میں درجے کا فرق رہتا ہے۔ ہندوؤں میں توحید کے قائل بھی ہیں اور انتہائی درجے کے مشرک بھی ہیں۔بعض ہندو ایسے بھی ہیں جن کے ہاں بے حیائی عبادت کا حصہ ہے۔ ہندوؤں نے کوشش کر کے باہر سے آنے والے ہر نئے گروہ کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی

ہے مسلمانوں کے ضمن میں یہی کوششیں 1500 کے بعد شروع ہوئیں۔ باباگرونانک (1469ء_1539ء) ہند سے عراق، حجاز اور دیگر اسلامی علاقوں میں گئے اور عرصے بعد واپس آکر 'ہندومسلم' اعتقادات اور عبادات کا ایک ملغوبہ بنا کر نیا مذہب کھڑا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ گروہ اگر خود ذاتی طور پر غوروفکر کے نتیجے میں کھڑا ہوتا تو اقلیتیں اکثر مقتدر قوتوں کا ساتھ دیتی ہیں جبکہ 'سکھ' مذہب کے رہنما 'ماتحت قوم' کے دوست اور حکمران قوم سے ہمیشہ حالت جنگ میں رہے اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ گروہ ہندو مذہب کے اعلیٰ دماغوں ہی کی پیداوار تھا۔ 1539ء سے لے کر 1600ء تک کا دور بہت ہنگامہ خیزی کا دور ہے۔

☆ ہندو نے مسلمانوں کے گزشتہ 400 سالہ دورِحکومت میں جبکہ مسلمان حکومتیں آتی جاتی رہیں، یہ نتیجہ نکالا کہ ان مسلمانوں کے حکمرانوں کو اپنے نظریات کے قریب لاکر 'اسلام' کی تاثیر اور فطری سچائی کو دبایا جاسکتا ہے تاکہ ہندوقوم کی پھر سے بالادستی قائم ہوجائے۔

1528ء میں بابر نے سلطنت مغلیہ کی بنیاد رکھی۔ اور مستحکم حکومت قائم کی اس کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں حکمران ہوا۔ 1556ء میں جب مغل بادشاہ ہمایوں مرا تو اس وقت اس کا بیٹا اکبر صرف آٹھ سال کا تھا۔ حکومت میں شامل رئیسوں نوابوں اور اہلکاروں نے مشورہ سے اپنے اقتدار کی خاطر اس بچے کو استعمال کر کے اس کو بادشاہ بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ یوں اکبر 8 سال کی عمر میں شہنشاہِ ہند بن گیا۔ اس سے ہندو کو مسلم اقتدار کے اعلیٰ ترین لیول پر رسائی کا موقع مل گیا۔ اکبر کے گرد ہندو اہلکاروں اور ہندو عورتوں کا جمگھٹا ہوگیا۔ اقتدار کا نشہ، وسائل اور عیاشی کے مواقع______اکبر کے مزاج پر اسلامی تعلیمات کی گرفت خاندانی اثرات کے باوجود کمزور ہوتی چلی گئی۔ تا آنکہ اکبر نے اسلام سے بغاوت کر کے 1580ء میں 'دینِ الٰہی' ایجاد کرلیا اور اس کا پرچارک بن گیا۔ 'ہندومسلم اتحاد' اور سیاسی بیدار مغزی کا تو یہ شاہکار تھا کہ اکبر کی حکومت خیبر سے لے کر بنگال تک تھی وہ کسی نہ کسی طرح امن وامان سے چلتی رہی جس کے لئے ہندومسلم اتحاد بہت ضروری تھا۔ مگر اسلام کے نقطۂ نظر سے اکبر مرتد ہوگیا اور اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسی لئے مسلمانوں کے نزدیک اکبر کا دور مغلیہ خاندان کا سیاہ ترین دور ہے جبکہ ہندو اس کو مغل اعظم کہتے ہیں ان کے نقطۂ نظر سے ہندو نظریہ کا یہ CLIMAX تھا کہ ان کا ہم خیال انسان حکمران تھا۔

اسی لئے ہندو ذہن اکبر کو مغل اعظم کہہ کر پوجتا ہے (ایک بت کا اور اضافہ سہی) اور ہندو تاریخ دان ــــــــ اکبر کے گن گاتے ہیں اور تعریفوں کے پل باندھ دیتے ہیں۔ بعض مسلمان بھی ایسی کتابیں پڑھ کر اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اس کے پرچارک بن جاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ہندو مؤرّخین کی خوش فہمی اور پراپیگنڈا ہے اور میڈیا کے ذریعے دوسروں کو گمراہ کرنے والی بات ہے اور یہ مہم بھی 'سکھ مذہب کی ایجاد' کی طرح ایک سازش ہی تھی اور اس کے اثرات عارضی تھے۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں سے اکبر کے دین الٰہی کو عوامی پذیرائی نہ ملی بلکہ اس کے اپنے خاندان نے بھی مخالفت کی۔

اکبر کی وفات 1605ء میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا ہونہار بیٹا جہانگیر حکمران ہوا۔ اکبر کے مزار پر عمارت تعمیر ہوئی۔ اس عمارت پر ہندو، مسلم، یہودی، عیسائی نشانات تو مل جائیں گے تاہم اس عمارت میں کوئی بت آج بھی نظر نہیں آتا حالانکہ بقول ہندو مورّخین کے بھی، جہانگیر کو اپنے والد کے حقیقی نظریات کے مطابق مزار پر نقاشی کرانے سے کون روک سکتا تھا مگر وہاں بھی قرآنی آیات ہیں مسلمانوں کی طرح کی قبر ہے آیت الکرسی کندہ کرائی گئی ہے۔ گویا اکبر جو کچھ تھا اس کے بیٹے نے غیر مسلم اثرات کا اعتراف کیا مگر اپنے نظریات کو غالب رکھا۔ جہانگیر نے شیخ مجدّد الف ثانیؒ کی کوششوں سے بالآخر باپ کے نظریات سے توبہ کر لی، عدل و انصاف کو اپنایا اور اُمورِ سلطنت میں بہت سی اسلامی اصلاحات جاری کر دیں۔

☆ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی کوششوں کا ہی ثمرہ ہے کہ صرف نصف صدی کے اندر کہاں اکبر کے ہاں ہندو عورتوں کی کثرت خود جہانگیر ہندو عورت کی اولاد تھا کہاں جہانگیر کا حرم۔ مگر ــــــــ جہانگیر کے بعد شاہ جہاں جس نے مسلمان مطلق العنان بادشاہ ہوتے ہوئے صرف ایک شادی کی اُسی سے اُس کی چودہ اولادیں ہوئیں جن میں سے صرف چار بیٹے زندہ رہے۔ اس بیگم کی جدائی پر اُسے جو دُکھ ہوا وہ کوئی ایک بیوی کے ساتھ قناعت کی زندگی گزارنے والا حکمران ہی محسوس کر سکتا ہے، جس کی یاد میں اُس نے تاج محل تعمیر کرا دیا۔

اگرچہ یہ بات سچ ہے (اور یقیناً ایک سچ ہے) کہ کسی قوم کے نظریات اس قوم کے اقتدار میں آ جانے کے بعد اس قوم کے طرزِ تعمیر، طرزِ آرائش و زیبائش، عبادت گاہوں، عمارتوں،

چوکوں، باغوں کے فن تعمیر سے اُجاگر ہوتے ہیں۔ تو ــــــــ آیئے ہندو نظریات اور مسلم نظریات کا تقابل سامنے ہے۔ ہندوؤں کے زعماء کو اکبر کو' گود لینے' کے احساس سے جو دھوکہ لگ گیا تھا کہ اب وہ مسلم نظریات کو خراب کر دیں گے، یہ نظریہ ناکام ہو گیا اور شاہ جہاں کے ہاتھوں تاج محل کی تعمیر نے ہندو ذہن کی ساری عمارت ہی گرادی۔ شاہ جہاں نے ایک بیوی کی محبت میں تاج محل بنایا۔ یہاں اگر محبت کے مجسّمے بھی ہوتے تو ایک مقتدر بادشاہ کی محبت کے ارمانوں کا اظہار ہی ہوتا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ محبّت کے اظہار کے لئے تعمیر کردہ اس تاریخی عمارت میں خود شاہ جہاں یا اس کی قابل احترام بیوی کا کوئی بے لباس تو کیا بالباس مجسمہ بھی نہیں ہے۔ یہ ایک محبت کی نشانی کا منظر ہے۔ اس میں آیات قرآنی کندہ ہیں، تعمیراتی حسن اور ہم آہنگی کی پاکیزگی مسلم تو کیا غیر مسلموں کو بھی حیران کر دیتی ہے پھر سفید رنگ کے پتھر کا انتخاب مسلم ذہن کی اُٹھان، وسعت اور فکر کی بلندی ہی کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کے مقابلے میں آپ ہندوؤں کے دورِ عروج (200ق م سے 800ء) میں تعمیر کردہ ہندو مندروں ــــــــ جو عبادت گاہیں ہیں، کی طرف نگاہ دوڑائیں وسطی ہند اور مشرقی ہند سمیت پورا ملک اس کا گواہ ہے کہ ان مندروں میں کیا ہے۔ ہندو نظریات جب فن تعمیر میں ڈھلے ہیں تو بے لباس مجسّموں سے کہیں آگے بے حیائی کے مجسم مناظر سے اپنے مندروں کو سجا دیا گیا ہے۔ کوئی ایک دو مجسّمے نہیں شاید پوری عمارت میں کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں جگہ خالی ہو اور بے حیائی کا کوئی مجسمہ نہ بنایا گیا ہو۔ خود سومنات کا مندر بھی اسی طرح کا ایک مندر تھا جسے کابل سے اُٹھ کر ایک مسلمان نے جا کر گرا دیا تھا۔ مسلمانوں کی جنگ غلط نظریات سے ہی جنگ ہے۔ جس میں غزنوی نے فتح پائی۔

الغرض ــــــــ ہندو عبادت گاہیں اتنی گندی متعفن اور بے حیائی کے مجسّموں سے بھری ہوئی ہیں کہ باضمیر ہندو فیملی کا بھی وہاں جانا ناممکن ہے۔ جبکہ مسلم نظریات کی عکاس 'محبت کی نشانی' بھی اتنی پاکیزہ، شرافت اور شرم و حیا کا پیکر کہ رُوح عش عش کر اُٹھے۔ یہی دو قومی نظریات جس کی علامت شاہ جہاں نے 'تاج محل' کی شکل میں آج سے چار صدیاں قبل ہی بھارت کی دھرتی کے سینے پر ایستادہ کر کے مسلم سوچ کو امر کر دیا تھا۔

☆ ہندوؤں کو شاہ جہاں بھی پسند نہیں آیا۔ اس کے چار بیٹوں میں سے تین کو ہندوؤں نے اپنے ڈھب پر لانے کا بیڑا اُٹھایا اور ان کی تعلیم وتربیت میں ایسا اثر ورسوخ استعمال کیا وہ 'اکبر' کی طرح کا ذہن رکھتے تھے کہ سارے مذاہب یکساں ہیں اور برہموسماج کے پجاری تھے اسی لیے شاہ جہاں کے مصاحبوں کے ذریعے کامران اور دارشکوہ کو ولی عہد بنایا*۔

(*داراشکوہ کی حیثیت کیا تھی اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مؤلف سید قاسم محمود رقم طراز ہیں: ''دارا ہندو فلسفے کے زیر اثر تھا۔ اس کے مسلمان صوفیا اور ہندو سنیاسیوں سے گہرے تعلقات تھے۔ دارا اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ ویدانت اور تصوف باہم مخالف نہیں۔ اس کے ذریعے حق کا ادراک کرنا چاہیے۔ اپنشدوں کے ترجمے میں (جسے وہ وحدت کا سرچشمہ بیان کرتا ہے) دارا نے اسلام اور ہندومت کے پیروؤں کے مشترکہ نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ ہندو فلسفے اور ضمیات سے متاثر ہونے کی وجہ سے وہ متعدد ملحدانہ نظریات کی طرف مائل ہوگیا تھا۔''

اورنگزیب اس لیے معتوب ٹھہرا کہ وہ ہندو احیائی قوت مرہٹہ کو دبانے پر مامور تھا۔)

☆ جبکہ اورنگزیب ان کی دست برد سے بچ نکلا اور تھا بھی مرکز دہلی سے دور۔ ہندو نے شاہ جہاں کو اورنگزیب کی غیبت اور برائیاں کر کے اُس سے متنفر کر دیا تھا اور وہ بظاہر دوسرے بیٹوں کو زیادہ ہونہار سمجھتا تھا۔

☆ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ کی کوششوں سے ہند میں اکبر کے عہد سے سیاسی اور حکمرانی کی سطح پر اصلاح کا جو عمل جاری تھا وہ رُکا نہیں۔ ہندو اپنی چالوں میں تھا کہ شاہ جہاں کے بعد داراشکوہ یا اس کے بھائی مراد کو بادشاہ بنوا کر اپنے مکروہ عزائم کو عملی شکل دے لیں گے جبکہ قدرت مرکز دہلی سے مرہٹوں کے مقابلے اور جنگوں کے سلسلے میں اورنگزیب کی تربیت 'صحرائی اور کوہستانی' طرز کی کر رہی تھی۔ اس کے استاد ملا جیون رحمہ اللہ نے اورنگزیب کو ایک مردِ مومن بنا دیا تھا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی نظریاتی جنگ میں اکبر سے لے کر اب تک کی صورت حال بھی اس پر واضح کر دی تھی؛ لہٰذا اورنگزیب کو ہندوؤں کی مغل حکمرانوں سے ہمدردیوں کے پس پردہ اپنی بالادستی کے عزائم صاف نظر آ رہے تھے۔

☆ عجیب حسن اتفاق ہے کہ 711ء (93ھ) ہی میں حضرت محمد بن قاسم ہندوستان آیا اور یہاں اسلام کو فروغ دیا اور عین اسی سن میں حضرت طارق بن زیادہ رحمہ اللہ نے جبل الطارق کے راستے یورپ کے مغربی حصے سپین (جسے پہلے ہسپانیہ اور مسلم عہد میں اُندلس کہتے تھے) میں

قدم رکھا۔ مسلمانوں نے وہاں حکومت قائم کی اور آٹھ صدیاں بھرپور حکومت کی۔ جس کے آثار آج بھی وہاں کے تہذیب وتمدن میں نمایاں ہیں اور یورپ کی ترقی میں سپین میں مسلمانوں کے عروج کے ذریعے عربوں کا جو حصہ ہے وہ یورپ کبھی نہیں بھول سکتا مگر منافقت سے کبھی نام بھی نہیں لیتا۔

ہند میں اگرچہ پہلے مسلمانوں کی بھرپور حکومت قائم نہیں ہوسکی مگر بالآخر مغلیہ سلطنت قائم ہوئی یہاں بھی یہود وہنود کی سازش سے قریب تھا کہ اکبر کے بعد اب داراشکوہ وغیرہ کو حکمران بنا کر ــــــــــ یہاں مسلم اقتدار کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے حالات کے عین مطابق اور مسلمان مجدّدین کی محنت اور مساعی کے ثمر کے طور پر اورنگزیب جیسا حکمران ہندوستان کے نصیب میں لکھ دیا، جس نے اسلام کی ساکھ نظریاتی، علمی، عسکری، سیاسی، عملی اور روحانی ہر طرح سے بحال کر کے 'محی الدین' کا لقب پایا جزاہ اللّٰہ عنا احسن الجزاء۔ اورنگزیب رحمہ اللہ نے پچاس سال حکومت کی اور اسلام کی سیاسی بنیادوں کو جنوبی ایشیا میں بہت مضبوط کر دیا۔ دشمن اگرچہ غافل نہیں رہا وہ اپنی سازشوں میں اورنگزیب رحمہ اللہ کے کارناموں کو سبوتاژ کرنے ہی میں مصروف رہا اور وہ بظاہر اس میں کامیاب بھی ہوا مگر مجموعی طور پر اورنگزیب عالمگیر نے ہندوستان میں ہندو بالادستی کے ہندو عزائم کو خاک میں ملا دیا کہ نصف صدی تک وہ سر نہیں اُٹھا سکے۔ تاآنکہ دوبارہ ہندو مرہٹہ قوت نے سر اُٹھایا تو مسلمان ورثہ کی نگہبانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے احمد شاہ ابدالی کو بھیج دیا جس نے 1761ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں 3 لاکھ مرہٹہ فوج کو صرف ایک لاکھ مسلم فوج (20 ہزار افغان قندھار سے لایا تھا اور 70-75 ہزار مسلمان مجاہدین مقامی طور پر اس کی فوج میں شامل ہوگئے تھے) کے ساتھ ایک عبرتناک شکست دی اور ان کے دانت ایسے کھٹے کیے کہ ایک صدی تک وہ اپنے زخموں کو چاٹتے ہی رہے۔

قارئین!............ یہ نظریاتی جنگ ہے دوقومی نظریہ کی جنگ ہے دوقومی نظریہ ہی ہے جو اس معرکہ آرائی کا سبب ہے۔ ہندو کو مغل اعظم اکبر اس لیے پسند ہے اور اس کے پجاری ہیں کہ اس نے اسلام ترک کر کے اقتدار پرستی کے نشے میں ہندوؤں کو گلے لگالیا

اور ہندو کو اورنگزیب رحمہ اللہ اس لیے ناپسند ہے کہ اس نے ہندوؤں کے ناپاک منصوبے کے مطابق مراد یا داراشکوہ کے تختِ ہند پر متمکن ہونے کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ اسی لیے کبھی اورنگزیب کے خلاف باپ کو قید کرنے، زہر دینے، آنکھیں نکلوا دینے کے افسانے گھڑے جاتے ہیں اور کبھی 'معصوم' بھائیوں کے قتل کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے۔ اورنگزیب کے ملتِ اسلام ہند پر بڑے احسانات ہیں۔ علامہ اقبال نے سچ فرمایا کہ ع ترکش ما را خدنگ آخریں، اللہ تعالیٰ محی الدین اورنگزیب کی لحد پر رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

ZIONISM

صہیونیّت

قرآن مجید دنیا کی واحد متداول کتاب ہے جو صہیونیت (ZIONISM) کے انسان دشمن اور ابلیسی نظریات و منصوبہ جات کا پردہ چاک کرتی ہے اور صہیونیت کے خاتمے تک کرتی رہے گی۔ اگر چہ تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی کتابیں تھیں مگر وہ آج اپنی اصلی اتاری ہوئی صورت (متن) کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتابیں کہاں ہیں؟ اور کب؟ کیوں؟ اور کیسے؟ دنیا سے غائب ہوگئیں اس کا جواب بھی بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ ہی کے ذمے ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید آج بھی اپنے متن کے ساتھ محفوظ ہے؛ اس لیے کہ خود خالق کائنات نے جس کا یہ کلام ہے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

ان صفحات میں صہیونیت کے عنوان سے اس سلسلہ مضامین میں اب تک ہم قارئین کے لیے درج ذیل ابواب متعدد قسطوں میں شائع ہو چکے ہیں

باب اوّل — صہیونیت کیا ہے؟ (اگست، ستمبر 2010ء)

باب دوم — صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک (اکتوبر 10ء تا جنوری 11ء)

باب سوم — صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش اور انکار ختم نبوت ﷺ (فروری 2011ء تا اپریل 2012ء)

باب چہارم — صہیونیت کا انجام (مئی اور جولائی 2012ء)

اس شمارہ میں آخری باب کا حصہ دوم شامل اشاعت ہے۔ اس تحریر کے ساتھ ہی کل 15 قسطوں کا یہ سلسلہ اختتام پذیر ہوگیا ہے۔

(ادارہ)

صہیونیت کا انجام

(حصہ دوم)

انجینئر مختار فاروقی

صہیونیت کے گزشتہ چھ صدیوں کے عروج کے بعد اب اس کے منطقی طور پر زوال پذیر ہونے پر گفتگو ہو چکی۔ صہیونیت چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا پیروکار گروہ ہے جو ابلیس کے بہکاوے میں آ کر بگڑ گیا اور بگڑتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ وہ ابلیس کا آلہ کار اور فرنٹ مین (FRONT MAN) بن گیا۔ لہٰذا اس شیطانی گروہ کی سزا ـــــــــ ایک دوسرے پہلو سے بھی لازمی ہے۔ یہ سزا پہلے قتل انبیاء علیہم السلام کے جرم کی سزا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گھناؤنے الزامات لگا کر تختۂ دار تک پہنچانے کا جرم اپنی جگہ یقیناً جرم عظیم ہے۔ تیسری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے انہیں 'توبہ' اور اصلاحِ احوال کا موقع دیا جو انہوں نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے کھو دیا۔ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے باوصف ان کے خلاف سازشیں کیں، معاہدات کے باوجود دشمنوں کی مدد کی اور مدینۃ الرسول پر حملہ آور ہونے کی دعوتیں دیں۔ تا آنکہ صہیونیت شکست پر شکست سے دوچار ہو کر ذلیل ہوئی۔ یہ لوگ جزیرہ نمائے عرب سے نکال دیے گئے مگر توبہ نہ کی۔

اتنے جرائم کی سزا ـــــــــ اس گروہ کے حالیہ عروج کے دور میں دین دشمنی خدا بیزاری، بے حیائی کے فروغ، لبرل ازم اور مسلم کُشی کے جرائم پر اضافی ہے۔

ہمارے محدود مطالعہ قرآن حکیم و فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس گروہ کی سزا جلد ہی

آنے والے عذابِ استیصال (TOTAL ERADICATION) سے کم تر کوئی درجہ ممکن نہیں ہے اور آخرت میں سخت عذاب اس بدترین خلائق گروہ کا منتظر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ آمین۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے یہ شعبہ (CHAPTER) ہے ہی آسمانی وحی اور انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق ——— لہٰذا اس مقام پر آ کر عام عقل انسانی حیرت کے سوا کوئی تاثر نہیں دے سکتی۔ یا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے فرامین ان ابلیسی گروہ کے انجام کی کسی درجہ نشاندہی کر سکتے ہیں (اگر وہ اصلی شکل میں کہیں مل جائیں اور بنی اسرائیل کی دست بُرد سے محفوظ رہ گئے ہوں تورات مقدس کا اصل نسخہ کہیں سے مل جائے یا انجیل مقدس کا اصل نسخہ کہیں سے میسر آ جائے اور ہماری دانست میں یہ نسخے یہود و نصاریٰ کے پاس محفوظ ہیں اور بالارادہ چھپائے ہوئے ہیں تاکہ ان کے مخالفین ان نسخوں سے استدلال کر کے انہیں جھوٹا ثابت نہ کر سکیں) یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اترے ہوئے قرآن مقدّس میں اس شیطانی گروہ کے انجام بد کا تذکرہ ہو سکتا ہے یا خود نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ بصیرت اور فراست نبوی کی روشنی میں اس پر کوئی استدلال فرما سکتے ہیں۔

اور ——— قارئین کرام یہی صہیونیت کے انجام (حصہ دوم) کی اس تحریر کا موضوع ہے۔ گزشتہ شمارے میں ہم اسے 'حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وژن (VISION)' کا نام دے چکے ہیں اور اپنے ناقص اندازے کے مطابق اسے VISION 2030 سے بھی موسوم کر چکے ہیں۔

صہیونیت کا انجام قرآن کریم کی روشنی میں

1۔ قرآن مجید میں صہیونیت سے متعلق آسمانی گواہی دو مرحلوں میں ہے۔ پہلا مرحلہ 1800 ق م سے حضرت یوسف علیہ السلام (ایک برگزیدہ جلیل القدر پیغمبر، اللہ تعالیٰ کے نمائندے) کے ساتھ ان بھائیوں کے روّیے سے لے کر ——— رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک ——— اور دوسرا مرحلہ فطری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قربِ قیامت تک۔

قارئین کرام بھی اس بات کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نزول قرآن مجید کے وقت پہلے

مرحلے پر وحی الٰہی کا تبصرہ ـــــــــ چند تاریخی حقائق کے اظہار پر مشتمل ہے یہ واقعات گزر چکے تھے اور اب قصۂ ماضی تھے اور صہیونیت کی یہ 'آپ بیتی' تھی جبکہ دوسرے مرحلے پر تبصرہ ـــــــــ مستقبل سے متعلق اشارے ہیں، جو اس وقت تو یقیناً ایک پیش گوئی (PROPHECY) ہی تھی مسلمانوں کو اپنے ایمان کی بنیاد پر اس پر صدقِ صدیقین کامل تھا اور آج یہی حقائق 'ہو بہو' وقوع پذیر ہو کر 'امر' ہو چکے ہیں کچھ حصہ اس 'کہانی' کا باقی ہے وہ لازماً قرآن مجید کے فرمان کے مطابق ہی وقوع پذیر ہوگا (ان شاء اللہ) یہ ایک مسلمان کے ایمان و یقین کا حصہ ہے۔

صہیونیت کے ماضی سے متعلق قرآنی تبصرہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 4 تا 7 میں آیا ہے۔ ان آیات میں یہود کی تاریخ میں دو عروج کے ادوار اور دو ہی زوال بتائے گئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی شانِ رحمت للعالمینی تھی کہ قرآن مجید نے اس ابلیسی گروہ یعنی صہیونیت کو اپنی شرارتوں کے باوجود آپ ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر قرآن مجید میں توبہ اور اصلاح احوال کی دعوت دی ہے اور اتمامِ حجت فرمایا ہے۔ یہ گروہ مدینہ میں آباد تھا اور ہجرت کے بعد آپ ﷺ کا ان سے براہِ راست رابطہ بھی ہوا معاملات ہوئے معاہدات ہوئے رابطے (INTERACTION) کے تمام ممکنہ طریقے سامنے آئے مگر اس ابلیسی گروہ نے کوئی اصلاح قبول نہ کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا وَ جَعَلۡنَا جَھَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا O (17--8)

''امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی (سلوک) کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے''۔

تاکید مزید کے طور پر فرمایا ـــــــ کہ اب یہ قرآن مجید ہی ہے جو قیامت تک ہدایت کا حتمی اور آخری سرچشمہ رہے گا باقی سارے راستے اور سرچشمے (آسمانی ہدایت) اب (سابق ہونے کی بنا پر) گدلے ہو چکے ہیں۔ ان کے متون غائب ہو چکے تھے اور آسمانی ہدایت تک ان متداولہ متون کے ذریعے رسائی ناممکن ہو گئی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَھۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاO وَ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاO (17--9-10)

''یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مؤمنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے اجرِ عظیم ہے اور یہ بھی (بتاتا ہے) کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''

سورۃ بنی اسرائیل آیات 4 تا 7 میں صہیونیت کے ماضی پر تبصرہ ہے۔ آیت 9 اور 10 میں حال کا بیان ہے اور اسی سورۃ بنی اسرائیل (جوان چند چشم کشا حقائق کی وجہ سے 'بنی اسرائیل' کے نام سے موسوم ہے جو اس سورۃ میں اول تا آخر مضمون کے تانے بانے میں بنے ہوئے ہیں) کے آخری حصے میں صہیونیت کے مستقبل یعنی انجام کا ذکر ہے۔

تاہم قارئین کرام آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے لے کر قربِ قیامت تک درمیانی عرصے پر تبصرہ بھی قرآن پاک میں آیا ہے۔ یہ تبصرہ سورۃ المائدہ میں ایک دوسرے پس منظر میں آیا ہے تاہم درج ذیل آیات سامنے رہیں تو اس دور کا نقشہ بھی ذہن میں رہتا ہے جس سے اس ابلیسی گروہ کے انجام کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

سورۃ آل عمران میں پہلے اس گروہ کے رویے کا تذکرہ ہے جو کچھ یوں ارشاد ہوا:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَO (03--112)

''یہ جہاں نظر آئیں ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان پر تھوپ دی گئی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ان کے وقتی اچھے رویوں کی وجہ سے) یا کسی انسانی گروہ (کے اپنے وابستہ مفادات اور یہود کے ان سے جھوٹے وعدوں) کی وجہ سے۔ اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں اور بے چارگی ان سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لیے بھی کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) پیغمبروں کا ناحق قتل کر دیتے تھے؛

یہ اس لیے کہ یہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔“

سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (13)

”تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمات کتاب کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کی خطائیں معاف کر دو اور (ان سے) درگزر کرو کہ اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

صہیونیت کے مجموعی طور پر منفی روّیوں اور نا قابل اصلاح طرز عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (07--167)

”اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے اشخاص کو مسلّط کرتا رہے گا جو ان کو بری بری تکلیفیں دیں بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔“

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں یہود کے ساتھ ان کے منفی روّیوں کی وجہ سے کیا کیا ہوا۔ مشرقی یورپ کے مما لک سے وہ اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے نکالے گئے۔ دوسری جنگ عظیم میں یہود کے اپنے بقول یہودیوں کی نسل کُشی ہوئی ہے یہ سب قرآن مجید کے بیان کے عین مطابق ہے۔

بنی اسرائیل کی فلسطین میں واپسی اور اسرائیل کا قیام 1948ء

آج کے بنی اسرائیل یہود اور نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تاریخی طور پر یہودی ہی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دشمن تھے اور ان کو صلیب تک پہنچانے والے تھے (انجیل برنباس) 70ء میں فلسطین سے نکالے گئے اور 1900 سال تک آپس میں دشمن رہے مگر نامعلوم وجوہات کی بنا

پر بیسویں صدی کے آخری عشرے میں ان کی دوستی ہوگئی، پاپائے روم نے فلسطین کا دورہ بھی کیا۔

ریاست اسرائیل کے قیام کے لیے یہود نے جوجتن کیے ان کی ایک الگ تاریخ ہے اوراس کے لیے کیتھولک عیسائی، پروٹسٹنٹ عیسائی اور یہود ہی کے 13 ویں قبیلہ کے مخلص اور باوفا جانثاروں نے جس طرح مدد کی اس کے بغیر اسرائیل کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا تھا۔

یہود کے لیے علیحدہ وطن کا فلسفہ بڑا قدیم ہے اور اپنی جگہ من گھڑت داستان ہے۔ صہیونیت نے عیسائیوں کوان کے علیحدہ وطن کے قیام کے لیے کیسے آمادہ کیااوراس کی حفاظت کے لیے قربانیوں کا تقاضا کیااسی کی کیفیت امریکی حکومت کی اسرائیل نوازی کے طرزِعمل سے ظاہر ہے۔

ہمارے نزدیک ریاست اسرائیل کے قیام کے لیے تین پہلوؤں سے کوششیں ہوئیں تاآنکہ مئی 1948ء میں اسرائیل کا قیام عمل میں آ گیا جس پر مسلم ذہن کا تاثر صدفیصد وہی ہے جس کا اظہار بانی پاکستان نے اس وقت اپنے ایک بیان میں کیا تھا کہ اسرائیل یورپی (مقتدر) اقوام کاILLEGAL CHILD ہے یعنی اس ریاست کا قیام بلاجواز ہے۔

1۔ بنی اسرائیل نے انبیاء علیہم السلام کے خون سے اپنے دامن کو داغدار کرنے کے بعد ہی اپنے لیے کچھ راہیں متعین کر لی تھیں اور کچھ اہداف مقرر کر لیے تھے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے ان کے ذہن میں ایک 'مسیحا' کے آمد کی جگہ 'خالی' ہے۔ لہٰذا اپنے ذہن کے مطابق وہ سمجھتے تھے کہ اس مسیحا کی آمد فلسطین میں ہی ہوسکتی تھی لہٰذا اپنے اندازے میں ایک 'مسیح' کھڑا کرنے سے پہلے فلسطین پر قبضہ ضروری ہے۔

مسلمانوں کے عقیدے (اور یہی عین حقیقت ہے) کے مطابق حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا رفع آسمانی ہوا ہے اور وہ زندہ ہیں (قرآن گواہ ہے) اور قربِ قیامت میں وہ دوبارہ ظاہر ہوں گے۔ اس واقعہ کے کچھ اشارے موجودہ بائبل میں بھی ہیں۔ لہٰذا یہود نے وہ اشارے اپنے ذہن میں سجائے ہوئے اپنے مسیح کے ساتھ منسلک کردیے کہ وہ فلسطین کی سرزمین میں ہی آنا چاہیے اوراس کے لیے سرزمین پر صہیونیت کا قبضہ ضروری ہے اس فلسفہ کے تحت انہوں نے اپنے لیے علیحدہ وطن کی آواز 1897ء میں سوئزرلینڈ کے ایک عالمی یہودی اجلاس میں اُٹھائی اور ایک منصوبے کے تحت اسرائیل کے قیام کی کوششیں شروع کردیں۔ اس کے لیے سازشوں کے کئی جال بُن دیے۔

2۔ عیسائی بھی حضرت عیسیٰ ؑ کی واپسی کے منتظر ہیں۔لہٰذا یہود نے ان کو ان کے اپنے عقیدے کے مطابق فلسطین کا علاقہ مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لیے آمادۂ عمل کیا اور بالآخر یہ علاقہ دوسری جنگ عظیم میں حاصل کرلیا گیا۔

عیسائی آج بھی بے لوث اور باوفا ساتھیوں کی طرح مخلصانہ انداز میں اسرائیل کا ساتھ دے رہے ہیں کہ وہاں ان کے عقیدے کے مطابق ان کے حضرت مسیح (عقیدہ تثلیث کے مطابق تین خداؤں میں سے ایک) تشریف لانے والے ہیں۔دنیا بھر میں CUFI کے نام سے تنظیمیں موجود ہیں اور امریکی عیسائی تو اس پر فدا ہیں۔اس مخفف کا اصل لفظ

"CHRISTIANS UNITED FOR ISRAEL"

ہے۔نام ہی سے عزائم کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

3۔ تیسری طرف بنی اسرائیل نے اپنے قدیم عالمی تجارتی رابطوں کی بدولت غیر اسرائیلی یہودیوں (13th TRIBE KHAZARIA) کو ساتھ ملا کر ایک خوفناک منصوبہ بنایا۔سائبیریا سے اُٹھنے والے فاتحین عالم مشہور ہیں ہی۔ان قبائل کا وحشی پن، لامذہبیت، بے اصولی، اخلاق سے عاری پن اور حیوانیت کے رویے ایسے ہیں کہ وہ متمدن دنیا کو اپنے جبر وقہر اور بے پناہ مظالم سے مفتوح کر لیتے ہیں۔صہیونیت نے ان کو عالمی سلطنت کے قیام میں مدد دینے اور ایشیا میں ہر طرح کی مقامی سطح پر زمینی مدد کا وعدہ کر کے ملک اسرائیل کے قیام کا حامی بنالیا۔ ملک اسرائیل ہوگا PRACTICING JEWS یعنی اسرائیلی یہودی اپنا ہیکل سلیمانی تعمیر کریں گے اور عبادات کریں گے جبکہ غیر اسرائیل یہودی حکومت کریں گے یعنی LIBERAL JEWS۔خضاریہ خود ہی اپنے علاقے سے دیگر قبائل اور علاقائی حمیت اور عالمی حکومت کا سبز باغ دکھا کر ساتھ ملائیں گے۔

ان تین اطراف سے یک نکاتی ایجنڈا پر کام کر کے صہیونیت نے اسرائیل ملک بنایا اور اپنے اندرونی منصوبے کے تحت دنیا بھر کے اسرائیلی یہودیوں کو وہاں لاکر آباد کیا تا کہ ہیکل تعمیر ہوسکے اور اسرائیلی یہودی اپنی مرضی کا ایک 'مسیحا' یعنی فرضی حضرت عیسیٰ ؑ (نعوذ باللہ) کھڑا کرسکیں۔کئی شواہد کی بنیاد پر ہم فروری 2010ء کے حکمت بالغہ میں اصفہان نامی مضمون میں لکھ

چکے ہیں کہ یہود ـــــــ غالباً اصفہان سے اپنے منصوبے کے مطابق ایک فرضی 'نبی' کھڑا کرنے والے ہیں جس کو 'حضرت مسیح' کا روپ دیں گے پھر وہ فلسطین کی طرف جائے گا۔

اسرائیلی یہود کی فلسطین واپسی

قرآن مجید میں

قرآن پاک واحد الہامی اور منزّل من اللہ کتاب ہے جو اپنے اصلی متن کے ساتھ موجود ہے اور صہیونیت کے دل کا روگ ہے کہ یہ کتاب ان کے ابلیسی منصوبوں کو فاش کرتی ہے اور ان کے ناپاک ارادوں اور انسان دشمن، اخلاق دشمن اور علم دشمن روّیوں کو طشت از بام کرتی ہے

1۔ سورۃ بنی اسرائیل کے ہی آخری رکوع میں ہے کہ قربِ قیامت میں کیا ہوگا؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّ قُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡکُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ جِئۡنَا بِکُمۡ لَفِیۡفًا (17--104)

''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم زمین میں رہو سہو۔ پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔''

اس آیت مبارکہ میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر ایمان نہ لانے کے باوجود فرمایا کہ زمین میں (منتشر) رہو، جب تمہارا آخری وعدہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں ساری دنیا سے (DIASPORA کے بعد) گھیر کر اکٹھا کرے گا۔ یہ الفاظ مبارکہ گویا کہ اسرائیل کے قیام اور اس میں یہود کی آبادکاری کی طرف اشارہ ہیں۔

2۔ سورۃ الانبیاء میں اسرائیل کے قیام اور اسرائیلی یہود کی ارض مقدس میں واپسی ایک اور انداز سے بھی مذکور ہے۔ وہاں ان اسباب وعوامل اور عالمی قوتوں کا ذکر ہے جو اسرائیلی یہودیوں کے اس اہم واقعہ کا سبب بنیں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَاۤ اَنَّہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ O حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ ہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ O (21--95-96)

''اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا مجال ہے کہ (رجوع کریں) رجوع نہیں

کریں گے یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اُتر رہے ہوں‘‘

گویا ارض مقدس میں واپسی کے انتظامات میں قربِ قیامت میں یاجوج اور ماجوج ان کی مدد کریں گے۔ یہاں اہل علم کے لئے یاجوج اور ماجوج کے تعین میں دقت نہیں آنی چاہیے کیونکہ یہ واضح ہے کہ اسرائیل کا قیام کیسے عمل میں آیا اور کن عالمی قوتوں کے ہاتھوں عمل میں آیا۔

دورِ حاضر میں مملکت اسرائیل کا قیام اور اس کا آباد کاری کیوں؟

قرآن پاک کی نظر میں ـــــــ

قرآن پاک ایک اُصول بیان فرماتا ہے کہ

وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَاۤ اَنَّہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ O(21-95)

’’اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا محال ہے کہ (رجوع کریں) رجوع نہیں کریں گے‘‘

گویا اللہ کے عذاب کا نشانہ بننے والی قوم اور بستی کبھی دوبارہ آباد نہیں ہوسکتی۔ اس اُصول میں صرف ایک استثناء ہے کہ اسرائیلی یہودیوں (صیہونیت) کی 70ء میں فلسطین سے جلاوطنی ـــــــ دراصل عذابِ استیصال (مکمل تباہی) کا حکم نہیں تھا۔ وہ اس عذاب کے مستحق ہیں۔ مگر اس حتمی اور مکمل تباہی (TOTAL ERADICIATION) کو مؤخر کر دیا گیا تھا یاجوج و ماجوج کے خروج تک۔

گویا قرآن پاک کے نزدیک یہود کا اب یہاں جمع ہونا ـــــــ اپنی تمام ترحسرتوں کو گزشتہ 2000 سال میں بروئے کار لانے کے بعد ـــــــ اور ’کردہ‘ گناہوں ہی ہی نہیں 70ء کے بعد کئی ناکردہ گناہوں کی تکمیل کے عملی مواقع حاصل ہونے کے بعد ان کو پوری طرح بروئے کار لانے کے بعد ـــــــ اب اپنے منطقی انجام کی طرف ایک قدم کے طور پر ـــــــ اسرائیل کی سلطنت میں جمع کئے گئے ہیں۔ تاریخ میں عذاب استیصال کا لقمہ بننے والی دیگر اقوام کی طرح صیہونیت بھی اسرائیل کے قیام و آبادکاری کو مثبت انداز میں لے رہی ہے اور اسے اپنے لئے باعث رحمت سمجھ رہی ہے۔ حالانکہ یہ خوفناک عذاب کا آغاز ہے۔ جیسے قرآن

پاک میں ارشاد ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ــــــــ قومِ عاد نے عذاب کے لئے اُٹھی ایک کالی گھٹا کو دیکھ کر پہلا تاثر یہ لیا کہ یہ گھنا بادل ہے خوب برسے گا اور خوشحالی آئے گی مگر جلد ہی واضح ہو گیا کہ یہ تو عذاب ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ O تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ O

(46--24-25)

’’پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔ (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے (یعنی) آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے۔ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے تباہ کیے دیتی ہے تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں‘‘

اسرائیل ــــــ یعنی صہیونیت کا مستقبل

قرآن پاک میں قربِ قیامت میں اسرائیل کے قیام اور اس میں یاجوج ماجوج کی مدد سے اسرائیلی یہودیوں کی واپسی کے ان اشاروں کے بعد اب پیغمبر اسلام کے فرامین یعنی احادیث مبارکہ کی طرف بڑھتے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید کے ان اشاروں کی روشنی میں اپنی پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ صہیونیت کے مستقبل کے اس خاکے میں رنگ بھر کر ایک مکمل تصویر بنا دی ہے۔

(1) صہیونیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام [جو آج سے دو ہزار سال قبل آئے تھے اور یروشلم میں وقت گزارا، پھر صہیونیت نے ان کے معجزات کا انکار کیا (حالانکہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہی تھے) ان پر گندے الزامات لگائے اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم سلام علیہا کو بھی بدنام کیا اور انہیں سزائے موت سنا کر رومیوں کے حوالے کر دیا، قریب تھا کہ سولی کا مرحلہ آ جاتا اللہ تعالیٰ نے

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو معجزانہ طور پر بچالیا اور ایک دوسرا شخص سولی چڑھ گیا۔] بنی اسرائیل کے ذہن اور روایات کے مطابق ابھی 'اصلی' عیسیٰ تشریف لائیں گے اور اس کے لئے ان کی روایات کے مطابق اصفہان کا شہر مختص ہے جہاں سے ان کا 'عیسیٰ' ظاہر ہوگا اور ہمارے نزدیک یہ شخص جھوٹا ہوگا اور لسان حق ترجمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیونیت کے اس منصوبے اور شرارت کا راز بھی فاش کردیا ہے۔ آپ کے فرمان کے مطابق میری اُمت میں تیس 30 دجال (دھوکے باز انسان) پیدا ہوں گے سب نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے (حالانکہ وہ نبی نہیں ہوں گے) ان میں سے ایک دجال اکبر بھی کھڑا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے انکار کے بعد اپنے زعم کے مطابق 'نیا' 'عیسیٰ' کھڑا کردینا۔ یہی شخص مسلمانوں کے نزدیک 'دجال' کہلائے گا یعنی یہ شرارت صہیونیت کا انسانیت کے لیے ایک دھوکہ ہوگا۔ اس وجہ سے احادیث میں اسے 'المسیح الدجال' کہا گیا ہے۔

(2) یہ دجال کب اور کہاں آئے گا؟ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راز سے بھی پردہ اُٹھایا ہے کہ:

(الف) يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَة

''اصفہان کے ستر ہزار یہودی سیاہ چادریں اوڑھے ہوئے دجال کی پیروی کریں گے'' (مسلم عن انس رضی اللہ عنہ)

(ب) اَلدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خَرَاسَان يَتْبَعُهُ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوهُهُمُ الْمَجَان الْمُطْرَقَةُ (ترمذی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

''دجال مشرق میں ایک جگہ سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے، اس کی پیروی ایسے لوگ کریں جن کے چہرے ایسے ہوں گے گویا چوڑی ڈھالیں (FLAT FACE) ہیں''

(3) دجال کیا کرے گا؟

صہیونیت کا یہ ہیرو اور سپر مین ——— آج کی صہیونیت کے ایجنڈا کی تکمیل کی کوششیں کرے گا۔ دلوں کی باتیں تو اللہ جانتا ہے، ظاہراً ——— اس المسیح الدجال کے ایجنڈا

کے اہم اُمور یہ ہیں

☆ بیت المقدس(3RD TEMPLE) کی تعمیر

☆ مسلمانوں سے جنگیں اوران کی نسل کُشی

☆ مکہ مدینہ میں شعائرِ اسلام کی توہین وانہدام

☆ صہیونیت کی مزعومہ عالمی سلطنت کا قیام

☆ وغیرہ روغیرہ

فرمانِ رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کے مطابق اس ایجنڈے پر عمل درآمد کے دوران یہ واقعات پیش آئیں گے

☆ دجال مکہ میں داخل ہو سکے گا نہ مدینہ میں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَ الْمَدِينَةَ وَلَيسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسِّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ (مسلم عن انس رضی اللہ عنہ)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال ہر شہر میں داخل ہوگا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ اور اس کے ہر راستہ میں فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اور چوکیداری کریں گے۔ پھر دجال (مدینہ کے قریب) سبخة مقام پر اترے گا اور مدینہ تین بار کانپے گا (یعنی تین بار اس میں زلزلہ ہوگا) اور جو اس میں کافر یا منافق ہوگا، وہ نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔''

☆ یہود یعنی بنی اسرائیل اپنے (خودساختہ) ''مسیح''، یعنی المسیح الدجال کے ساتھ یروشلم کی طرف بڑھیں گے۔ اس موقع پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو آج سے دو ہزار سال پہلے ناحق سولی دیے جانے سے پہلے آسمانوں پر اُٹھا لئے گئے تھے۔ اہل سنت کے عقائد کے مطابق وہ قربِ قیامت میں نزول اور ہبوط فرمائیں گے

لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا وَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَ لَيَسْلُكَنَّ

فَحَجَّا فَحَجَّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا وَ لَيَأْتِيَنَّ قَبْرِیْ حَتّٰی يُسَلِّمَ عَلَیَّ وَ لَاَرُدَّنَّ عَلَيْهِ (مستدرك عن ابی هريرة ﷺ)

''حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور بضرور نزول فرمائیں گے حاکم بن کر اور منصف پیشوا بن کر اور وہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے کشادہ راستوں میں چلیں اور پھریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے تا کہ مجھے سلام کریں اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔''

☆ المسیح الدجال کے ساتھ بے شمار لوگ چنگیز خان اور ہلاکو خان کے علاقے کے ہوں گے

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ وَ مَعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْحَاكَةِ (الجامع الصغیر، بحوالہ فردوس)

''دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ ستّر ہزار حاکہ ہوں گے''

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول وہبوط ہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور 'جعلی' خودساختہ، خانہ ساز اور دونمبر 'مسیح' کو واضح کرنے والا ہوگا ورنہ خلق خدا میڈیا کے زور پر دھوکہ کھا سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان ہوں گے اور مختلف علاقوں سے مسلمانوں کے لشکر مدد کے لئے آئیں گے اور بالآخر جنگ کے دوران حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو بابِ لُدّ کے پاس قتل کردیں گے۔

يَقْتُلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ علیہ السلام الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدّ (الترمذی)

''حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بابِ لُد پر دجال کو قتل کریں گے''

واضح رہے کہ 'لُد' مملکت اسرائیل کا ایک مشہور شہر ہے اور بہت بڑا فضائی مستقر (AIR BASE) ہے جہاں 'المسیح الدجال' آئے گا اسرائیل کی فضائیہ کے نام کا مخفف KFR جسے عبرانی زبان میں 'LCG' لکھا جاتا ہے اور یہی نشان المسیح الدجال پر بھی ہوگا۔ یہ الفاظ عربی کے ک ف ر کی طرح ہیں۔

☆ دجال کے ماتھے پر 'ک ف ر' لکھا ہوگا جو ہر شخص پڑھ سکے گا۔ (مسلم شریف)

☆ صہیونیت کے پرستار اپنے لیڈر کی موجودگی میں بھی بیت المقدس کی تعمیر مکمل نہیں کر پائیں گے۔

☆ صہیونیت کا عالمی سلطنت کا خواب بھی اپنی ابلیسی فطرت اور انسان دشمن، علم دشمن،

عقل دشمن، مذہب دشمن اور خدا دشمن منصوبہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہو جائے گا۔

☆ مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں مسلمان تو باقی رہ جائیں گے اور عالمی خلافت کے قیام کی بنا پر تیاریاں کریں گے جبکہ یہود کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِءَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوْ الشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِى فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ.(مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہو گی، یہاں تک کہ مسلمان یہود سے لڑیں گے، پھر مسلمان ان کو قتل کریں گے۔ حتی کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپے گا تو وہ پتھر یا درخت بولے گا کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے ایک یہودی ہے، ادھر آ اور اس کو قتل کر دے مگر غرقد کا درخت نہ بولے گا (وہ ایک کانٹے دار درخت ہے جو بیت المقدس کی طرف بہت زیادہ ہوتا ہے) وہ یہود کا درخت ہے۔

قارئین کرام! اس طرح چار ہزار سالہ ابلیسی تاریخ کی حامل صہیونیت خائب و خاسر ہو کر اپنے حقیقی انجام کو جا پہنچے گی اور ابلیس بھی خائب و خاسر ہو کر رہے گا۔

صہیونیت قتل انبیاء علیہم السلام کی سزا بھی پائیں گے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے انکار اور ان کو صلیب تک پہنچانے کے گھناؤنے جرم کی سزا بھی پائیں گے۔ اور حضرت محمد ﷺ کو ستانے اور مسلمانوں کی ناحق مخالفت اور مقابلہ بازی کی عبرتناک سزا سے بھی دوچار ہوں گے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

یہی انجام اس ابلیسی اور شیطانی گروہ کے لئے ایک سلیم الفطرت انسان کے نزدیک متوقع ہے اور یہی کچھ اس بے حیاء، انسان دشمن، اخلاق دشمن، علم دشمن، مذہب دشمن اور خدا بیزار انسان نما حیوانی گروہ کے ساتھ ہونے والا ہے۔ کاش یہ توبہ کر لیتے اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان

لے آتے۔حقیقتاً اپنی تباہی کے یہ خود ذمہ دار ہیں۔

ـــــــفاعتبروا یا اولیٰ الابصارـــــــ

قارئین کرام .... یہ سچ ہے کہ آج صہیونیت جس حد تک مؤثر ہے اور صنعت و ٹیکنالوجی کی عظمت پر ہے۔اس گروہ کے دنیا میں ہوتے ہوئے کسی کلمہ خیر کے پنپنے،حق کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور عدل اجتماعی کے کسی حقیقی پروگرام کے کسی ایک ملک میں بھی نافذ ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔اس گروہ کے جرائم کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ اس میں آسمانی مداخلت(DIVINE INTERVENTION) کا نظر آنے والا عنصر لازماً شامل ہوگا ورنہ عوامی سطح پر مغربی بالادستی کا جو تاثر سننے کو ملتا ہے کہ مغرب کی ترقی کا مقابلہ ممکن نہیں ہے تو وہ ....عالم اسباب میں بالکل درست ہے مگر یہ دنیا اور اس کے سارے الجھاؤ،جھگڑے،قضیئے، اختلافات،صلح اور جنگیں غرض سارے معاملات ایسے ہیں کہ اس میں مادّی اسباب کے ساتھ 'خدائی اسباب' اور غیر مرئی اسباب کا حصہ بھی لازمی ہے۔ یہ غیر مرئی اسباب ویسے تو ہر وقت روبعمل آتے رہتے ہیں اور مادّی اسباب کے ساتھ ہی حرکت میں ہیں مگر کبھی کبھی عالم اسباب کا ....قلیل اور غیر مرئی اسباب کا حصہ بہت بڑا ہوتا ہے جیسا کہ اس صہیونیت کے انجام کے واقعے میں ہوگا۔تب انسانی عقل کو احساس ہوتا ہے کہ ہاں کوئی 'اللہ' ہی ہے جو میرے اندازوں، تجزیوں اور توقعات کے برعکس معاملات کو سیدھا کرسکتا ہے۔فرمایا حضرت علیؓ نے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنی میں نے عالم اسباب میں اپنے ارادوں کے روبعمل نہ آنے سے ہی ایک حقیقی طاقت 'اللہ تعالیٰ' کو پہچانا ہے۔اہل ایمان کو اپنے گھوڑے تیار رکھنے چاہئیں تیاری مکمل رکھنے چاہیے۔حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ایک مکمل جنگ کا نقشہ تیار ہوگا اور ہمیں اس میں اپنی پوزیشن سنبھال کر بیٹھنا ہوگا بظاہر حالات مخدوش ہوں گے کامیابی کی امید معدوم ہوگی مگر اللہ کی غیبی مدد یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تشریف آوری سے حالات ایسے پلٹا کھائیں گے کہ سارے تجزیے اور تبصرے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور وہ ہوکر رہے گا جو اللہ چاہے گا اور جو 'خودی' کو بلند کر کے زندگی کے دن گزارنے والے منصوبے بنا کر ان پر

عمل پیرا ہوں گے وہ سارے منصوبے خدائی منصوبے ہیں اور خدائی منصوبے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

ان منصوبوں میں صہیونیت کا خاتمہ، نظام خلافت کے عالمی غلبے سے پہلے کسی ایک ملک میں اس کا قیام اور استحکام تاکہ وہاں سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی مدد کے لیے قافلے بآسانی جاسکیں ممکن ہوجائے اور کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے نہ روک سکے۔

وَ اللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَا لنَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ (یوسف۔21)

''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیونیت کے مکمل خاتمے اور یہود کے بیج مار دیے جانے والے عذاب کے بعد کے دور کا نقشہ بھی ایک فرمان میں کھینچ دیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

طُوْبٰی لِعَیْشٍ بَعْدَ الْمَسِیْحِ یُؤْذَنُ لِلسَّمَاءِ فِی الْقَطْرِ وَ یُؤْذَنُ لِلْاَرْضِ فِی النَّبَاتِ حَتّٰی لَوْ بَذَرْتَ حَبَّکَ عَلَی الصَّفَا لَنَبَتَ وَ حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلٰی اَسَدٍ فَلَایَضُرُّہٗ وَ یَطَأُ عَلَی الْحَیَّۃِ فَلَاتَضُرُّہٗ وَ لَاتَشَاحَّ وَ لَاتَحَاسُدَ وَ لَاتَبَاغُضَ (مسند احمد، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

''واہ کیا خوشگوار زندگی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ آسمان کھل کے برسے گا، زمین کھل کے پودے اُگائے گی، حتیٰ کہ (اے مخاطب) اگر تو صفا پہاڑ پر بیج ڈال دے تو وہ بھی اُگ جائے گا۔ یہاں تک (امن ہوگا) کہ آدمی شیر کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا اور سانپ کو پاؤں سے روندے گا تو وہ کوئی نقصان نہیں دے گا۔ کوئی دوسرے سے جھگڑا نہیں کرے گا اور نہ کوئی دوسرے پر حسد کرے گا اور نہ کوئی کسی سے بغض رکھے گا۔''

وہ دور............دورِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جو عالمی ہوگا وہ دور آج کے ابلیسی دور سے بڑا مختلف ہوگا امن ہوگا، سکون ہوگا، عدل ہوگا، انصاف ہوگا، کفالت عامہ ہوگی (روٹی کپڑا مکان تعلیم اور علاج معالجہ حکومت کے ذمہ ہوگا) لوٹ کھسوٹ اور نفسا نفسی ختم ہوجائے گی، سرمایہ پرستی کا سفینہ ڈوب چکا ہوگا، ہوس زر ختم ہوجائے گی، لوگ اطمینان سکون اور فراغت کے ساتھ معاشی دھندوں سے وقت نکال کر اپنے رب کی رضا کے لیے کوشاں ہوں گے، خدمت خلق ہوگی،

محتاجی اور غربت عنقاء ہو جائے گی، ملکیت کا تصور نابود ہو جائے گا، 'امانت' کا آسمانی اور مقدس تصور جڑ پکڑ جائے گا، جاگیرداری اور سود قصہ ماضی بن چکا ہوگا، زکاۃ دینے والے تو ہوں گے زکاۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔

یہ دور ایک نورانی دور ہوگا۔ ابلیسی وارداتوں سے پاک، ابلیسی ہتھکنڈوں سے پاک شیطانی خیالات اور شیطانی سرگرمیوں سے مبرا۔ اخلاقی طور پر اور جسمانی طور پر ایک صحت مند معاشرہ جہاں عزت نفس ہوگی، احترام جان ہوگا، احترامِ مال ہوگا مسلمان اور غیر مسلم کی جان محفوظ ہوگی۔

اے اللہ اس دور کو جلدی لا، آمین۔ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ لَنَا ھٰذَا ،

یاجوج ماجوج
ایک ملحد و مفسد گروہ انسانی

محمد نذیر یٰسین، لاہور

آنحضور ﷺ نے قربِ قیامت کی جو بے شمار علامات بیان فرمائی ہیں، اُن میں سے خروجِ یاجوج ماجوج کا شمار علاماتِ کبریٰ میں ہوتا ہے۔ ان علامات میں سے دجال اور خروجِ یاجوج ماجوج کا معاملہ نہایت پیچیدہ اور پراسراریت کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات تو ان دونوں مخلوقات کو مافوق البشر ہی قرار دے ڈالتے ہیں۔ اُن کے اس خیال کی بنیاد اگرچہ اسرائیلی روایات ہیں تاہم بظاہر احادیث مبارکہ میں بھی یہ دونوں معاملات اُلجھن کا شکار ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس الجھاؤ کی اصل وجہ، ان دونوں کے بارے میں منسوب ایسے محیر العقول واقعات و کمالات ہیں جو زمانہ قدیم کے لوگوں کے وہم و گمان سے بہت بلند و بالا تھے لہٰذا انہیں ماورائے انسان مخلوق قرار دینے کی منطق کسی حد تک سمجھ میں بھی آتی ہے۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ یاجوج ماجوج کا تعلق نوعِ انسانی سے ہے جیسا کہ ایک روایت میں انہیں حضرت یافث بن نوح (علیہ السلام) کی نسل سے قرار دیا گیا ہے۔

بائبل میں بھی متعدد مقامات پر بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے، یاجوج ماجوج کے خلاف نبوت کرنے کا حکم ملتا ہے اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ حضرات انبیا کرام علیہم السلام اور اُن کے اُمتیوں کو صرف نوع انسانی کے لیے ہدایت و رہنمائی کا مکلّف بنایا گیا ہے، کسی اور دیگر مخلوق کے لئے نہیں۔

چونکہ از روئے احادیث، خروجِ دجال اور خروجِ یاجوج و ماجوج میں زمانی لحاظ سے بھی بہت وصل و قرب ہے لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان دونوں واقعات اور کرداروں کے مابین معنوی یا حقیقی طور پر کوئی نہ کوئی تعلق بھی لازماً موجود ہوگا۔ دجال اگرچہ ایک فرد ہوگا مگر اُس کی پشت پر بے شمار گروہ و اقوام ہوں گی جبکہ یاجوج ماجوج ایک جیسی خصوصیات رکھنی والی دو مختلف اقوام ہوں گی۔ دجال اور یاجوج ماجوج میں سب سے بڑی قدر مشترک، ان دونوں کا فساد فی الارض کے جرم عظیم کا مرتکب ہونا ہے۔ دجال کا ظہور چونکہ ایک خاص وقت پر ہوگا لہٰذا اُس کا فساد فی الارض ایک مخصوص مدت کے لئے ہوگا تاہم یاجوج ماجوج کا فساد فی الارض ہزاروں برس سے جاری ہے جس کا نکتۂ عروج حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دور میں دیکھنے کو ملے گا۔ یاجوج ماجوج کے اس بنیادی وصف اور تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے، بیشتر مفسرین و محققین کی رائے یہی ہے کہ بنیادی طور پر یاجوج ماجوج کا اطلاق اُن وحشی، غیر متمدن اور خانہ بدوش اقوام پر ہوتا ہے جو وسطی ایشیا اور چین کے پار، روس اور منگولیا وغیرہ کے علاقے میں رہتی تھیں اور وقتاً فوقتاً، مہذب و متمدن اقوام پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار اور کشت و خون کا بازار گرم کرتی رہتی تھیں۔ دوسری طرف متمدن اقوام بھی اُن کے ان بہیمانہ حملوں کی روک تھام کے لئے مختلف تدابیر کرتی رہتی تھیں جن میں سے ایک اہم تدبیر، اُن کے راستہ کو بلاک کرنے کے لئے مختلف مقامات پر بلند و بالا دیواروں کی تعمیر بھی تھی۔ قرآن کے اسلوبِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سد ذوالقرنین سے پہلے، دیوارِ چین سمیت متعدد دیواروں کی تعمیر کی مثال موجود تھی جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی حضرت ذوالقرنین سے ایسی ہی ایک دیوار تعمیر کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ تاہم طرزِ تعمیر اور مضبوطی و پائیداری کے حوالے سے اس دیوار کو دوسری دیواروں پر انفرادیت حاصل تھی کیونکہ اس کی تعمیر میں لوہے اور تانبے کا استعمال ایک خاص مہارت کے ساتھ کیا گیا تھا۔

بہرکیف ان تمام رکاوٹوں کے باوجود یہ وحشی اقوام تاریخ کے مختلف ادوار میں دور و نزدیک کے کئی علاقوں کی طرف یورش کرتی رہی ہیں مگر یہ ایک قابل غور حقیقت ہے کہ یہ وحشی اقوام، کبھی بھی دنیا کے دو اہم ترین مذہبی مراکز، حجازِ مقدس اور ارضِ فلسطین پر قابض ہونے میں کامیاب نہیں ہوسکی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تاتاریوں کی تباہ کن یلغار کا ایک اہم سنگ میل، عین

جالوت کا معرکہ تھا، جس میں اُنہیں فیصلہ کن شکست ہوئی تھی۔ اُس کے بعد اُن کے بڑھتے قدم ہمیشہ کے لئے رک گئے تھے جبکہ حجاز مقدس کی طرف پیش قدمی کی تو اُنہیں مہلت بھی نہ مل سکی تھی۔ ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ان وحشی اقوام کو اہم ترین مذاہب کے ان مقامات مقدسہ سے دور رکھنے کی حکمت بظاہر یہی نظر آتی ہے کہ بے دینی، الحاد اور زندقہ میں مبتلا یہ اقوام ہمیشہ سے ہی اہلِ مذہب کی تباہی و بربادی کے درپے رہی ہیں۔ یاجوج ماجوج کے بارے میں بیان شدہ روایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ اقوام نہ صرف ایمان باللہ کی منکر ہیں بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ سے سخت بغض و عناد بھی رکھتی ہیں اور اپنے آخری خروج کے وقت تو آسمان کی طرف تیر پھینک کر معاذ اللہ ذات باری تعالیٰ کو قتل کرنے کی کوشش بھی کریں گی۔ اس حقیقت کی تائید سوشلزم اور کمیونزم ایسے ملحدانہ، بے دین و خلاف فطرت افکار و نظریات کی بنیاد پر اُنہی ممالک میں آنے والے انقلابات سے بھی ہوتی ہے جو یاجوج ماجوج کے مسکن ہیں یا ماضی میں رہے ہیں۔ اگرچہ اہل چین نے دیوار چین کی تعمیر کے ذریعے یاجوج ماجوج سے بظاہر ناطہ توڑ لیا تھا تاہم چینیوں کی زیادہ تر آبادی اُنہی کی نسلوں پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ اب بھی اُنہی کے ملحدانہ افکار و نظریات کی پیروکار ہے۔ اس سارے پس منظر میں بیشتر محققین کی یہ رائے ہی بالکل درست معلوم ہوتی ہے جو موجودہ روس کو یاجوج اور چین کو ماجوج قرار دیتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس روئے زمین پر حضرت انسان کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ خلیفہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات میں اللہ کے احکامات کی پیروی کرے مگر اجتماعی زندگی میں ہدایتِ الٰہی پر عمل درآمد کی نوبت تو اُس وقت آئے گی، جب ایک اجتماعیت کا وجود ہوگا۔ یہی اجتماعیت شہری زندگی میں ڈھل کر اُن معاشروں اور ریاستوں کی تشکیل کرتی ہے جہاں دینُ اللہ کا عملی نفاذ ممکن ہوسکتا ہے۔ تمدن، مدنیت اور مدینہ کے الفاظ کا بنیادی ماخذ بھی دین ہے اور دین کے متعلق ہم جانتے ہی ہیں کہ اس کا مطلب ضابطہ و قانون ہے۔ شہر یثرب کو مدینۃ النبی قرار دینے کی وجہ بھی یہی تھی کہ وہاں نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کا عملی نفاذ کیا گیا تھا۔ اس دین الٰہی کا پوری روئے زمین پر عملی نفاذ ہی انسان کو حقیقی معنوں میں ''خلیفۃُ اللہ فی الارض'' کے شرف عظیم کا مستحق بنا سکتا ہے۔ تاریخی حوالے سے یہ بات

سامنے آتی ہے کہ یاجوج ماجوج اقوام کا رہن سہن اور طرز زندگی، اس بنیادی حکمت ومنشائے الٰہی کے بالکل برعکس رہا۔ ان اقوام نے ہمیشہ ایک مہذب ومتمدن زندگی گزارنے کی بجائے خانہ بدوشی کی زندگی گزارنے کو ترجیح دی اور ظاہر ہے جس کا اپنا کوئی گھر یا بستی نہ ہو، اُسے دوسروں کے گھروں، بستیوں اور جان و مال کی حرمت وتقدس کا خیال کیونکر ہوسکتا ہے۔ خانہ بدوشی کی اس مستقل زندگی کی وجہ سے اُنہوں نے خود کو وحی الٰہی کی روشنی سے بھی مستقل طور پر محروم رکھا جس کی وجہ سے بے دینی، الحاد اور زندقہ کے گھپ اندھیروں میں بھٹکتے رہنا ہی اُن کا مقدر ٹھہرا۔ جزا و سزائے اُخروی یعنی اعتقادِ آخرت سے محرومی کی بنا پر کھانا پینا اور موج اڑانا ہی اُن کا واحد مقصد و طرز زندگی قرار پایا۔ فکرِ آخرت سے بے نیازی اور مستقل خانہ بدوشی کی بنا پر وہ اُن اعلیٰ اخلاقی و معاشرتی اقدار سے یکسر محروم رہے جو ایک الہامی مذہب سکھا تا ہے یا پھر جنہیں تمدنی زندگی کی ناگزیر ضروریات کی وجہ سے اختیار کرنا انسان کی ایک مستقل مجبوری بن جاتی ہے۔ اپنے مخصوص طرز زندگی کی وجہ سے ان خانہ بدوشوں کے ہاں شرح پیدائش چونکہ غیر معمولی حد تک زیادہ ہوا کرتی تھی لہٰذا وسائل کی کمیابی کی بناء پر متمدن ومہذب دنیا پر حملہ آور ہونا بھی اُن کی بقاء ودوام کے لئے ناگزیر ٹھہرا۔ متمدن دنیا پر یورش کے بعد چونکہ اُن میں سے ایک بڑی تعداد وہیں سکونت پذیر ہوجایا کرتی تھی لہٰذا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اُن کے فکر وطرز زندگی میں تبدیلی ایک فطری بات ہوتی تھی لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ سے بجانے والوں کی نسلیں بعد ازاں ملتِ اسلامیہ کی پاسبان بن کر سامنے آ گئیں۔ اسی حقیقت کی بنا پر محققین اُن لوگوں کو یاجوج ماجوج میں شمار نہیں کرتے جو متمدن دنیا میں آ کر بس جانے کی وجہ سے اپنے اسلاف سے مکمل طور پر کٹ گئے تھے۔ چونکہ روس اور چین وغیرہ کے بیشتر علاقوں میں اسلام یا کسی اور الہامی مذہب کی روشنی کماحقہ نہ پہنچ سکی لہٰذا یہ اقوام بدستور اُسی طرز فکر کی حامل رہیں جو ازمنۂ قدیم کے یاجوج ماجوج کا طرہ امتیاز ہے درآں حالانکہ یہ سب علاقے اب خانہ بدوش نہیں بلکہ متمدن وترقی پذیر دنیا کا حصہ بن چکے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یاجوج ماجوج فقط دو اقوام کا ہی نہیں بلکہ ایک ملحدانہ طرز فکر و ذہنیت کا نام بھی ہے اور ہر وہ شخص یا قوم جس کا تعلق بظاہر کسی اور مذہب سے ہو، وہ اپنے ملحدانہ افکار ونظریات کی بنا پر یاجوج ماجوج فیملی کا حصہ ہی قرار پائے گا۔ جہاں تک بالخصوص

یہودیوں کا تعلق ہے تو اُن کے اندر ملحد و زندیق فرقوں کے وجود کا اندازہ، نہ صرف بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرڈالنے کے گھناؤنے واقعات سے ہوتا ہے بلکہ موجودہ دور میں الحاد و بے دینی کو ایک منظّم تحریک کے ذریعے پھیلانے میں بھی یہودی دانشور و سرمایہ دار ہی پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ یاجوج ماجوج کے ساتھ اُن کا اتحاد و تعاون نہ صرف فطری ہے بلکہ تاریخی طور پر بھی ثابت ہے کیونکہ مورخین کی تحقیق کے مطابق عظیم فتنۂ تاتار کے پیچھے بھی یہودیوں کی شہ و تعاون ہی کارفرما تھا۔ مذہب کو افیون قرار دینے والے، دین و ریاست کی مستقل جدائی کے نظریے 'سیکولرازم' کے بانی، پرچارک اور اس سے بھرپور فوائد سمیٹنے والے بھی زیادہ تر الحاد پرست یہودی ہی ہیں۔

نامور بھارتی مسلمان دانشور، اسرار عالم نے دجال کے بارے میں لکھی گئی اپنی متعدد کتب میں یہودیوں کے چین کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی بہت سی چشم کشا باتیں لکھی ہیں۔ اُن کے مطابق چینیوں کے ساتھ اتحاد و گٹھ جوڑ کو یہودی اپنے لئے سب سے مفید و فطری خیال کرتے ہیں کیونکہ اہل چین کے ساتھ اُن کی کوئی مذہبی یا تاریخی چپقلش موجود نہیں ہے جبکہ باقی بڑے مذاہب بالخصوص اسلام اور عیسائیت کے ساتھ اُن کی طویل تاریخی کشاکش موجود ہے۔ اسرار عالم صاحب کا یہ بھی خیال ہے (جو بالکل درست معلوم ہوتا ہے) کہ چین کی حالیہ تیز رفتار ترقی کے پیچھے درحقیقت یہودی ذہن و سرمایہ کارفرما ہے اور جلد ہی چین امریکا جیسی سپر پاور بن کر دنیا میں اہم کردار ادا کرے گا۔

اُنہوں نے اپنی کتب میں ایک اور حیرت انگیز و چشم کشا بات یہ لکھی ہے کہ یہودی سرمایہ داروں کا ایک طبقہ اپنے زرخیز شیطانی ذہن، کثیر سرمائے اور جدید ترین راکٹ سائنس و سٹار وارز ٹیکنالوجی کی بناء پر معاذ اللہ ''کون الٰہی'' پر قابض ہونے اور اللہ رب العزت کو قتل کرڈالنے کا گھناؤنا خواب بھی دیکھ رہا ہے۔ اپنے ان مذموم ابلیسی عزائم کی تکمیل کے لئے وہ یاجوج ماجوج یعنی روس یا چین میں سے کسی ایک ملحد و بے دین، سپر طاقت کو ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ اُس حدیث سے تو ہم واقف ہی ہیں کہ یاجوج ماجوج بیت المقدس پر قبضے کے بعد آسمان کی طرف تیر پھینک کر اللہ تعالیٰ کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پس ثابت ہوا کہ عنقریب مستقبل میں یاجوج ماجوج کا ''الحاد'' دور جدید کے حیرت انگیز سائنسی کمالات کی بدولت، اس کائنات کے

خالق و مالک کو ہی قتل کرڈالنے کے عملی عزائم میں ڈھل جائے گا اور اسے یقیناً ابلیسی قوتوں کی طاقت کے اظہار کا نکتہ عروج کہا جا سکتا ہے۔

اسی حوالے سے ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ آخر یہ یاجوج ماجوج کی افواج، بیت المقدس پہنچ کر ہی کیوں اللہ کو قتل کرنے کے لئے آسمان کی طرف تیر برسائیں گی؟ یہ مذموم شیطانی حرکت تو وہ اپنی سرزمین پر موجود خلائی اسٹیشنز سے زیادہ بہتر طور پر سرانجام دے سکتی تھیں؟

ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے آسمانوں کی طرف سفر معراج کا آغاز بیت المقدس سے ہی ہوا تھا۔

یاجوج ماجوج کو یہ حقیقت باور کروانے والا یہودیوں کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے کہ یہاں سے بھری جانے والے اڑان کے ذریعے براہ راست کون الٰہی و عرش الٰہی تک رسائی ممکن ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ارض فلسطین، مذاہب ثلاثہ (اسلام، عیسائیت اور یہودیت) کے علاوہ مستقبل میں یاجوج ماجوج کے لئے بھی خصوصی اہمیت و کشش کا باعث بن جائے گی۔

یاجوج ماجوج کی آخری یلغار سے قبل پیش آنے والے اُن بڑے واقعات کی ترتیب پر غور بھی خاصا مفید و ضروری معلوم ہوتا ہے جو درج ذیل حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی آبادی، مدینہ کی تخریب کا سبب ہوگی اور مدینہ کی تخریب، ایک بہت بڑی جنگ (الملحمۃ العظمٰی) کا باعث بنے گی، اور یہ جنگ عظیم، قسطنطنیہ کی فتح کا باعث ہوگی اور فتح قسطنطنیہ، دجال کے خروج کا باعث بنے گی۔ (عن معاذ بن جبلؓ رواہ احمد)

متعدد دیگر احادیث کی رو سے یہ بات ہم جانتے ہی ہیں کہ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ دجال کی سرکوبی کے لئے نازل ہوں گے اور اُنہی کے دور میں یاجوج ماجوج کے خروج کا واقعہ بھی پیش آئے گا۔ یہ تمام واقعات نہ صرف بالترتیب ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر دوسرا واقعہ، پہلے واقعے کا ایک لحاظ سے ردعمل ہی ہوگا۔ پس یاجوج ماجوج کا خروج، قتل دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے ردعمل میں ہوگا اور فتنۂ دجال میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر یاجوج ماجوج کا بھی اہم کردار رہا ہوگا۔ اس سارے تناظر میں اگر یوں کہا جائے تو زیادہ درست ہوگا کہ یاجوج ماجوج، اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنے عالمی ایجنڈے

کی تکمیل میں بنیادی رکاوٹ سمجھتے ہوئے اُن پر حملہ آور ہوں گے۔

حدیث میں بیان شدہ واقعات کی اس ترتیب پر اگر شروع سے غور کیا جائے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام واقعات کا مرکز ومحور ارض فلسطین ہے اور اسے بیت المقدس پر قبضے و کنٹرول کی ایک طویل جنگ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر ۱۹۱۷ء میں برطانوی افواج کے فلسطین پر قبضے، اعلان بالفور اور ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کو مستقبل کے ان تمام واقعات کی تمہید قرار دیا جائے (جیسا کہ بہت سے دانشوروں کا یہی خیال ہے) تو یہودیوں، یاجوج ماجوج اور مغربی عیسائی دنیا کے باہمی گٹھ جوڑ، اُن کے عالمی عزائم، اُن کی اب تک کی پیش رفت اور مستقبل میں ممکنہ طور پر پیش آنے والے واقعات کا درج بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں تجزیہ کچھ اس طرح سے پیش کیا جاسکتا ہے:

اگرچہ پچھلی ڈیڑھ صدی سے عالمی سیاست میں یہودیوں کا کردار و عمل دخل، بہت اہم و فیصلہ کن ہو چکا ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عالمی سیاست کی بساط اُن کی امنگوں و آرزوؤں کے عین مطابق نہیں بچھ سکی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ اُن کے باہمی اختلافات کو قرار دیا جاسکتا ہے جو از روئے قرآن، قیامت تک اُن کے مابین موجود رہیں گے۔

ہم جانتے ہیں کہ جب ۱۹۱۶ء میں مارکس ازم و سوشل ازم کے نظریات کی بنیاد پر روس میں سوشلسٹ انقلاب برپا ہوا تھا تو اس کے بیشتر قائدین بھی یہودی تھے۔ درحقیقت سوشل ازم کے معاشی نظریات، ظالمانہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ایک ردعمل تھے جسے بعض یہودی زعماء نے اپنی عالمی سلطنت کے قیام کی خاطر استعمال کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس میں اُنہیں کافی کامیابیاں بھی حاصل ہوگئیں تھیں تاہم سرمائے اور مذہب سے بیک وقت جنگ چھیڑ دینے والے، یہ غیر فطری نظریات ایک حد سے زیادہ پذیرائی حاصل نہ کرسکے۔ سرمائے اور مذہب سے محبت، انسان کی فطرت میں شامل ہے جسے یک لخت ختم کرنا ممکن نہیں، یہی وجہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سوشلزم کے خلاف جنگ میں بھی یہودی سرمایہ دار طبقہ ہی پیش پیش تھا۔ اس سرمایہ دار یہودی طبقے نے سوشلزم کا راستہ روکنے کے لئے نہ صرف مغربی عیسائی دنیا کو استعمال کیا بلکہ عالم اسلام کی طرف بھی دست تعاون بڑھا دیا جس کا مظہر سیٹو اور سینٹو وغیرہ کے معاہدات تھے۔ دوسری طرف

روسیوں نے اپنے نظریے کی طاقت اور فوجی قوت کے بل بوتے پر آس پاس کی ریاستوں کو غلام بنانے کا عمل جاری رکھا ہوا تھا اور اُن کا ہدف جلد از جلد اور کسی نہ کسی طور پر کرہ ارض کے مرکز یعنی مشرق وسطی تک پہنچ کر گرم پانیوں تک رسائی حاصل کرنا تھا۔ اُن کے راستے میں ترکی، ایران، افغانستان اور پاکستان حائل تھے اور ان میں سے تین یعنی پاکستان، ایران اور ترکی مختلف عالمی فورمز میں سوشلزم کے خلاف یکجا ہو چکے تھے۔ افغانستان میں روسیوں کو نہ صرف کافی اثر ورسوخ حاصل ہو چکا تھا اور بظاہر یہ سب سے کمزور ہدف بھی تھا، لہٰذا سب سے پہلے اسی پر قبضے کی غرض سے فوجیں داخل کی گئی تھیں۔ روسیوں کا خیال تھا کہ افغانستان پر قبضے کے بعد وہ بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کو سینڈوچ بنا کر بآسانی نگل لیں گے مگر اُنہیں افغانستان میں ہی لینے کے دینے پڑ گئے۔ افغانیوں کا جذبہ حریت، گوریلا جنگ کے لئے موزوں اُن کا مخصوص جغرافیہ، پاکستان کی عالم اسلام اور مغربی دنیا کے ساتھ مل کر افغانیوں کو بھرپور سپورٹ، بھارت کی بزدلی اور سوشلسٹ ملک ہونے کے باوجود، چین کی غیر جانبداری نے روسیوں کے بڑھتے قدم نہ صرف روک دیے بلکہ بالآخر اُسے پسپائی کا راستہ بھی اختیار کرنا پڑا۔ روسیوں کی شکست نے بظاہر اُنہیں یہی سبق دیا تھا کہ سرمائے کے خلاف جنگ جیتی جا سکتی ہے اور نہ ہی سرمائے کے بغیر، لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے سرمایے کے ساتھ صلح میں ہی عافیت جانی اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کو قبول کر لیا۔ اہل چین دانا نکلے کہ انہوں نے یہ سبق بغیر کسی جنگ کے حاصل کر لیا اور دھیرے دھیرے مغربی طرز کی معیشت کو اختیار کرنا شروع کر دیا اور آج وہ ایک بہت بڑی عالمی معیشت بن چکے ہیں۔

جہاں تک مذہب کا معاملہ ہے تو یاجوج ماجوج اقوام اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اُن کے ہم خیالوں و ہمدردوں کی مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ اُس انداز کی صلح ممکن نہیں جیسا کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے ساتھ کر چکے ہیں۔ سرد جنگ میں تو ان کی ناکامی کا ایک بڑا سبب مذہب تھا ہی، مگر مستقبل میں اُن کی عالمی بالادستی میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی مذہب ہے۔ اپنی لادین ذہنیت کی بناء پر، وہ مذہب کا عمل دخل، لوگوں کی انفرادی زندگیوں کی حد تک ہی گوارا کر سکتے ہیں۔ ملحد، سیکولر، لبرل اور اعتدال پسند سبھی یہودیوں کا مفاد ریاست اور مذہب کی جدائی کے سیکولر نظریے کے عملی نفاذ میں مضمر ہے کیونکہ وہ دنیا میں ایک بہت چھوٹی اقلیت کی حیثیت رکھتے

ہیں اور اجتماعی یا ریاستی امور میں مذہب کی بالادستی یا موثر عملداری کا نظریہ، اُن کے معاشی مفادات اور عالمی بالادستی کے عزائم میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا جاسکتا ہے۔

باقی جہاں تک اُمت مسلمہ اور قوم یہود کے راسخ العقیدہ عناصر کا تعلق ہے تو وہ دین و ریاست کی جدائی کے اس سیکولر نظریے کو قبول کرنے پر بالکل آمادہ نہیں ہیں بلکہ وہ ایک ایسی عالمی سلطنت کے قیام کے خواہاں ہیں جہاں اُن کے دین کو ریاستی امور میں فیصلہ کن غلبہ حاصل ہو۔ اس لحاظ سے مسلمانوں اور یہودیوں، دونوں کے راسخ العقیدہ عناصر، بے دین و الحاد پرست یہودیوں، عیسائیوں اور یاجوج ماجوج اقوام حتیٰ کہ اُمت مسلمہ میں موجود بے دین عناصر کے لئے بھی ایک بڑے بوجھ اور کاوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ، وہ ہے جو نہ تو بالکل بنیاد پرست ہے اور نہ ہی کھلم کھلا ملحد و بے دین بلکہ وہ خود کو لبرل و اعتدال پسند قرار دیتا ہے۔ اگرچہ یہی طبقہ دنیا کے زیادہ تر ممالک میں عملاً برسر اقتدار ہے مگر اس کے اندر بھی تقسیم موجود ہے۔ ان میں سے کچھ کا جھکاؤ، الحاد پرستوں کی طرف اور کچھ کا اہل مذہب کی طرف ہوتا ہے چونکہ آج کل دنیا میں زیادہ تر جمہوریت کا چلن ہے اور لوگوں کی اکثریت مذہب کے ساتھ کسی نہ کسی درجے میں لگاؤ ضرور رکھتی ہے، لہٰذا بیشتر سیاستدان اپنا کچھ نہ کچھ لگاؤ مذہب کی طرف ضرور ظاہر کرتے ہیں یا پھر کم از کم مذہبی امور میں مداخلت سے احتراز کی حتی الوسع کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ بیشتر مسلم و غیر مسلم ممالک میں وہاں کے بنیاد پرست طبقات، اس قدر کمزور ہیں کہ وہ ریاستی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے مگر کچھ اہم اسلامی ممالک (جن میں پاکستان، افغانستان، سعودی عرب، ایران، فلسطین اور اب مصر و تیونس وغیرہ شامل ہیں) میں یہ طبقات کافی مؤثر و مضبوط ہیں۔ وہ ریاستی امور و پالیسیوں پر اس حد تک اثر انداز و دخیل ہیں کہ وہاں کے حکمران اُن کے ساتھ براہ راست ٹکر لینے سے گریز کرتے ہیں جس کی وجہ سے عالمی اسٹیبلشمنٹ کے مختلف عناصر، دنیا کے نقشے کی صورت گری اپنے عزائم کے مطابق نہیں کر پا رہے ہیں۔ اُن کی نظر میں اس ناکامی کی ذمہ داری، لبرل اور بنیاد پرست، دونوں عناصر پر یکساں عائد ہوتی ہے حتیٰ کہ اُن کی نظر میں امریکی ریاست بھی اس ناکامی کی اہم ذمہ دار ہے۔ امریکا کے حوالے سے یہ بات شاید اکثر قارئین کو عجیب لگے

مگر درحقیقت عالمی صہیونی و یاجوج ماجوج اسٹیبلشمنٹ کے عزائم کی تکمیل میں امریکا ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ امریکا خود کو سب سے بالا دست سمجھتا ہے اور یہودیوں کے صہیونی و بنیاد پرست، دونوں ہی طبقات کو فری ہینڈ دینے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ اُنہیں فلسطینیوں کے ساتھ بقائے باہمی کی بنیاد پر معاہدات پر مجبور کرتا رہا ہے۔ عربوں اور اسرائیلیوں، دونوں کو قابو یا راضی رکھنے کی یہ امریکی پالیسی، عالمی اسٹیبلشمنٹ کے ملحد و مذہب پسند، دونوں ہی عناصر کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر مسلم ممالک کے بظاہر روشن خیال (مگر نفاق پرست) اور امریکا کے بظاہر اعتدال پسند، برسر اقتدار طبقات، بنیاد پرستوں و ملحدین، دونوں ہی کے زیر عتاب آچکے ہیں۔

نائن الیون کی سازش کر کے، امریکا کی تباہ کن جنگی مشینری کے ذریعے اُمت مسلمہ کی جنگی صلاحیت اور جذبہ جہاد کو کچلنے کی ایک بار پھر کوشش کی گئی مگر اسلام اور عیسائیت میں اُس طرح کا ٹکراؤ نہ ہو سکا جیسا کہ کچھ قوتیں چاہتی تھیں۔ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کی ناکامی کے بعد عالمی صہیونی و یاجوج ماجوج اسٹیبلشمنٹ کی پالیسی میں تبدیلی کے واضح آثار نظر آرہے ہیں اور عالم عرب میں آنے والی حالیہ تبدیلیاں، اسی تبدیل شدہ حکمت عملی کا شاخسانہ ہیں۔ لگتا ہے کہ اب مسلم ممالک کے بنیاد پرست طبقات کو اقتدار میں آنے کا موقع فراہم کیا جائے گا تا کہ پس پردہ رہ کر کام کرنے والے ان عناصر کو سامنے لا کر اُن کے خلاف ایک ایسی کھلی جنگ کا آغاز کیا جا سکے جو اُن کی کمر توڑ کر رکھ ڈالے۔

عالم اسلام کے اہم ممالک میں اسلامی حکومتوں کے قیام سے اسرائیل کے بنیاد پرست یہودی طبقہ کو بھی برسر اقتدار آنے کا جواز حاصل ہو جائے گا۔ مسجد اقصیٰ وقبۃ الصخرا کو گرا کر وہاں تھرڈ ٹیمپل کے قیام کا آغاز اور گریٹر اسرائیل کے قیام کی طرف پیش رفت بھی عملاً اسی طبقہ کے ہاتھوں کروائی جائے گی تا کہ مذہبی بنیادوں پر مشرق وسطیٰ میں ایک عظیم جنگ کا آغاز کیا جا سکے۔ درحقیقت صہیونیوں کا ملحد ولبرل طبقہ اپنے بنیاد پرست طبقہ سے بھی عاجز آچکا ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ اس جنگ کے بھڑکانے میں بالواسطہ طور پر یہ طبقات خود ملوث ہوں تا کہ اُسے اُمت مسلمہ کے بنیاد پرست طبقات سے ٹکرا کر اُنہیں اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ وہ دوبارہ سر اٹھانے اور اُن کے عالمی عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ بہرکیف یہاں سے شروع کی جانے والی جنگ

بالآخر تیسری جنگ عظیم میں تبدیل ہو جائے گی جس میں اُن کی توقعات کے برخلاف مسلمان نہ صرف فاتح قرار پائیں گے بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک معتدبہ تعداد اسلام بھی قبول کرلے گی جیسا کہ احادیث میں اس کے اشارے ملتے ہیں۔ اسلامی فورسز اس فتح عظیم کے بعد مسلم دنیا میں سیکولرازم کے سب سے بڑے واولین علمبردار ملک، ترکی (جو یورپ کا دروازہ بھی کہلاتا ہے) کی طرف بڑھیں گی اور پرامن طور پر استنبول کا کنٹرول بھی سنبھال لیں گی۔ ایک عالمی سیکولر ریاست کے قیام کے خواب دیکھنے والی عالمی ملحد وسیکولر اسٹیبلشمنٹ اور یورپی حکمران، اس عالم میں بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر خروج دجال کی صورت میں ایک نئی گیم کا آغاز کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ہونے کے دعویدار، ایک جھوٹے شخص کو ایک عظیم عالمی رہنما کے طور پر سامنے لایا جائے گا جو بین المذاہب ہم آہنگی کے نام پر تمام بڑے مذاہب کے ماننے والوں کو ایک ہی مذہبی پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کرے گا۔ درحقیقت اُس کا اصل ہدف ریاستی امور سے مذہب کے موثر کردار کو ختم کر کے اسے صرف افراد کی نجی زندگیوں تک محدود کرنا ہوگا اگرچہ وہ کچھ بنیادی مذہبی واخلاقی اقدار کا پرچارک وعلمبردار بھی ہوگا۔ چونکہ اس سے قبل مذہب کے نام پر ایک تباہ کن وخونریز عالمی جنگ لڑی جا چکی ہوگی، لہٰذا مذہب کے استحصال، اور اس کے کردار کو محدود تر کرنے کا یہ سنہری ترین موقع ہوگا۔ دجال کے نام نہاد امن وآشتی اور پرامن بقائے باہمی کے دلفریب اصولوں ونعروں کو بظاہر کچھ عرصہ کے لئے پذیرائی بھی حاصل ہو جائے گی تاہم اُس کی یہ کامیابی ایک محدود عرصے کے لئے ہوگی۔

ایک طرف تو اسلامی فورسز اس کے خلاف حسب استطاعت مزاحمت کرتی رہیں گی تو دوسری طرف تھوڑے ہی عرصے میں اس کا دجل وفریب بھی بے نقاب ہوتا چلا جائے گا۔ اپنی تمام تر تمکنت، جدید ترین ٹیکنالوجی اور اندھے ولامحدود وسائل کے باوجود، ملعون دجال، دنیا کے سب سے سچے وطاقتور ترین مذہب، اسلام کے روحانی مرکز، ارض حجاز پر کنٹرول میں بھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ جوں جوں دنیا پر اُس کی اصلیت ظاہر ہوتی جائے گی، اس کے خلاف عوامی نفرت وبیزاری بھی بڑھتی چلی جائے گی اور بالآخر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اسے کیفر کردار تک پہنچادیں گے تو عالمی ملحد وسیکولر اسٹیبلشمنٹ کا یہ مہرہ بھی بری طرح سے پٹ جائے گا۔

اگرچہ بنی اسرائیل کے فاسقوں ومنکروں کا خاتمہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرائض منصبی میں شامل ہوگا تاہم دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان فاسق ومنکر یہودیوں کا خاتمہ بھی مرحلہ وار ہی مکمل ہوسکے گا۔ یہودیوں کی ایک بڑی تعداد تو الملحمۃ العظمیٰ کے موقع پر ہلاک ہوچکی ہوگی، پھر ایک بڑی تعداد فتنہ دجال کے دوران کام آجائے گی جبکہ آخر میں وہ یہودی بچ رہیں گے جن کا براہ راست تعلق وگٹھ جوڑ، یاجوج ماجوج اقوام کے ساتھ ہوگا۔ اسی بدبخت ترین صیہونی گروہ کے بھرپور تعاون وایماء پر یاجوج ماجوج اقوام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے خدا کے مقابلے پر اُتریں گی۔ اُن کے پاس ایسی جدید ترین ٹیکنالوجی وہتھیار ہوں گے جو اس سے قبل کسی نے بنائے ہوں گے اور نہ شاید بعد میں بنیں گے لہٰذا کسی کو ان کے مقابلے کی تاب نہ ہوگی۔ وہ بغیر کسی موثر مزاحمت کے دنیا کے بیشتر علاقوں میں فساد برپا کرنے میں مصروف اس گروہ کو فتح کرلیں گے اور وہاں کے وسائل پر قابض ہوجائیں گے کیونکہ ہزاروں سالوں سے اُن کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ اُن کا خصوصی ہدف بیت المقدس پر قبضہ ہوگا جو اُس وقت نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پایہ تخت ہوگا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کے پروردگار کے عرش عظیم تک رسائی کا ایک اہم سنگ میل بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے اذن سے کوہ طور کی طرف تشریف لے جائیں گے اور بدبخت یاجوج ماجوج، بیت المقدس کی فتح کے بعد نعوذ اللہ، اللہ رب العزت کے قتل کے مذموم منصوبے باندھیں گے اور آسمان کی طرف ایسے راکٹ بھیجیں گے جو اُن کے تئیں ''کون الٰہی'' پر پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں گے۔ اس کائنات کے خالق ومالک کے خلاف ایسی کھلی اور بظاہر ممکن العمل جنگ کی جسارت، تاریخ میں اس قبل کسی نے نہ کی ہوگی۔ اس بدترین گستاخی اور رذیل ترین حرکت پر اللہ کا غضب بھڑکنا لازمی ہوگا لہٰذا بہت جلد اس کرّہ ارضی کو اسفل السافلین کی مصداق کامل، اس گندی ترین مخلوق سے پاک کردیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مومنین صادقین کی بددعا کے نتیجے میں اُن پر کوئی ایسا وبائی مرض بطور عذاب نازل ہوگا جس کا علاج اُن کے پاس نہ ہوگا اور کچھ ہی دنوں میں یہ ملحد ومفسد گروہ انسانی فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی اُن کی کروڑوں لاشوں کے تعفن سے نجات کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی بندوبست کیا جائے اور ایسے پرندے بھیجے جائیں گے جو اُن کی لاشوں کو ٹھکانے لگا کر زمین کے تعفن کو دور کردیں گے۔ اس کے

بعد آسمان سے ایسی بارانِ رحمت کا نزول ہوگا جو نہ صرف زمین کو مکمل پاک کر دے گی بلکہ اُس کی زرخیزی میں بھی بے پناہ اضافے کا باعث ہوگی۔ ان واقعات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیر قیادت دنیا میں امن وامان، خوشحالی اور فارغ البالی کے ایسے جنت نظیر دور کا آغاز ہوگا جس کا خواب نوعِ انسانی صدیوں سے دیکھتی چلی آ رہی ہے۔

قرآن مجید سے متعلق چند دلچسپ معلومات

☆ قرآن مجید میں سب سے طویل سورت ''البقرۃ'' ہے۔

☆ سب سے مختصر سورت ''الکوثر'' ہے۔

☆ سب سے طویل آیت ''آیۃ الدین'' ہے۔

☆ سب سے مختصر آیت ''والضحیٰ'' اور ''والفجر'' ہے۔

☆ سب سے طویل کلمہ "فَاَسْقَيْنَاكُمُوْهُ" ہے۔

☆ قرآن مجید میں ایسی دو آیتیں ہیں جن میں تمام حروفِ تہجی جمع ہو گئے ہیں

(1) ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً......الآیۃ۔(آل عمران 154)

(2) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ......الآیۃ۔(الفتح 29)

☆ قرآن مجید میں دو 'حاء' بلا کسی حرف کے درمیان میں حائل ہوئے، صرف دو جگہ پر ہیں

(ایک) عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى (دوسرا) لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰى

☆ اسی طرح دو ''کاف'' مَنَاسِكَكُمْ، مَاسَلَكَكُمْ

☆ اسی طرح دو ''غین'' وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ۔

☆ تئیس مرتبہ ''کاف'' صرف آیۃ الدین میں آیا ہے۔

☆ ایسی دو آیتیں جن میں تیرہ مرتبہ وقف ہے صرف 'آیت میراث' ہیں۔

☆ تین آیتوں والی سورت جس میں دس مرتبہ واؤ ہو صرف سورۃ العصر ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

روزہ اور قرآن کی شفاعت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: الصِّيَامُ وَ الْقُرآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَ يَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔(یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہوکر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحم خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا)‘‘

ان شاءاللہ

ستمبر 2012ء

کیا آپ جانتے ہیں؟

- ☆ ذوالقرنین کون تھا؟
- ☆ یاجوج ماجوج کون ہیں؟
- ☆ ذوالقرنین کی تعمیر کردہ سدذوالقرنین کب تعمیر ہوئی؟
- ☆ سدذوالقرنین کہاں واقع ہے؟
- ☆ کون سی قوم یاجوج ماجوج سے روابط رکھتی رہی ہے؟

یہ اور اس طرح کے دیگر چبھتے سوالات کے جوابات کے ساتھ

حکمت بالغہ کی ایک اور خصوصی اشاعت

یاجوج ماجوج نمبر

شائع ہوگی

اہل علم اور اہل قلم سے درخواست ہے کہ اپنی قیمتی

تحریریں اور مشورے جلد از جلد ارسال فرمادیں

(ادارہ)